حسین منی وانا من الحسین

اجر رسالت

مؤلف: نذر حسین

جامعۃ المنتظر لبقیۃ اللہ شاہ کوٹ
بمقام اسلام نگر چک نمبر 81/R-B
تحصیل احمد پور

کتاب اجر رسالت

مولف: نذر حسین

ناشر:-
جامعۃ المنتظر بقیۃ اللہ شاہ کوٹ
اسلام نگر چک 81 آر ایل تحصیل احمد پور ضلع شیخوپورہ

کتاب	:	اجر رسالت
تعداد	:	1,000
کمپوزنگ	:	علی جون کمپوزنگ سنٹر
قیمت	:	

ہماری مطبوعات

دوراستے

اجررسالت

ہم مرتبہ ﴿حصہ اول﴾

ہم مرتبہ ﴿حصہ دوم﴾

احکام آل محمدؐ

شہدائے حق

راستہ عدن

قرآن اور ولی ﴿زیر طبع﴾

قرآن مجید اور مباہلہ ﴿زیر طبع﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

آل رسولؐ کی مودت اجر رسالت ہے تو جو شخص اسلام کا دعوی کرے اور جناب رسالتؐ کے قرابداروں سے مودت نہ رکھے تو اس نے گویا اجر رسالت کے ادا کرنے میں کوتاہی کی اور اجر کی ادائیگی کے بغیر کوئی عمل درست ہو نہیں سکتا۔ مثلاً مسجد تعمیر کرنیوالا اگر معمار یا مزدوروں کی اجرت کو ادا نہ کرے یا کپڑے سلانے والا درزی کو حق سلائی نہ دے تو اس کا مسجد میں یا اس لباس میں نماز ادا کرنا صرف فضول ہی نہیں بلکہ وبال اخروی کا موجب بھی ہے پس اسی طرح کلمہ توحید و رسالت زبان پر جاری کرنے کے بعد بغیر مودت آل رسولؐ کے اعمال رائیگاں ہیں اور ہر گز ہر گز قابل قبول نہیں۔ چنانچہ حدیث ثقلین میں جناب رسالت مآبؐ نے اس امر کی پوری وضاحت فرمادی کہ ان کے ساتھ تمسک پکڑنے سے تم ہر گز گمراہ نہ ہو گے۔ مودۃ فی القربیٰ فرض کر کے خداوند کریم نے ان کے متعلق ضمانت دی ہے کہ یہ کسی وقت بھی دینی تقاضوں سے انحراف کر کے باطل کے سامنے سرنگوں نہ ہوں گے اور ان کی محبت و مودت ہی اسلام کے صحیح پرستاروں کے لئے باطل پرستوں کی چیرہ دستیوں سے بچنے کا سامان فراہم کرنے کا بلند کردار ادا کرے گی چنانچہ دنیا نے دیکھ لیا اور اہل انصاف نے پرکھ لیا کہ

اسلام پر جب بھی مشکل وقت آیا اور اہل اسلام کو جب بھی باطل پرستوں کے ہو شربا مظالم کے سائے میں طاغوتی بتوں کے سامنے جھکنے پر مجبور کیا گیا تو اس وقت صرف حضور نبی اکرم کی آل اطہار ہی تھی جس نے باطل کو للکارا اور ظالم سلاطین کو چیلنج کر کے زندگی سے بے نیاز ہو کر میدان میں نکل کھڑی ہوئی۔ بے شک ان کو وقتی طور پر شہادت کا جام شیریں نوش کرنا پڑا اور بچوں، جوانوں اور بوڑھوں کو معرض قتل میں پیش کرنا پڑا۔ نیز خاندان رسالت ؐ کی خواتین حرم کی دربدری کا درد بھی سہنا پڑا۔ اسی لئے ان سے مودت کو ضروری رکھا گیا۔ مگر افسوس ہے اس امت مسلمہ پر کہ جس نبیؐ نے انھیں جہالت و گمراہی اور شرک کی دلدل سے نکال کر ایمان کی روشنی اور توحید کا سبق دیا۔ امت نے اسے کیا دیا ان سے تو یہ بھی نہ ہو سکا کہ جو اپنی نبیؐ کے ساتھ وعدہ کیا تھا اس کو وفا کرے مگر یہ نہ ہو سکا۔ اور امت مسلمہ میں اب انتشار کی یہی وجہ ہے کہ انھوں نے نبی اکرم ؐ کی تعلیمات کو بھلا دیا۔ مگر یہ بھی نہ سمجھا جائے کہ کسی نے بھی اجر رسالت ادا نہیں کیا۔ کیا ہے انھوں نے جنھوں نے نبیؐ کے ساتھ وفا کی اور آل اطہارؑ کو پہچانا میں نے اس رسالہ میں اجرت رسالت ؐ کو موضوع بنا کر اسے ترتیب دینے کی چھوٹی سی کوشش کی ہے کہ اجر رسالت ؐ کیا ہے اور بعد نبی آل محمدؑ کو کیسا اجر رسالت ؐ ملا اور ان افراد کا ذکر بھی کرنے کی کوشش کی ہے جنھوں نے اجر رسالت ادا کیا ان میں سے چند افراد کا ذکر کیا گیا ہے یہ اسی لیے کہ یہ رسالہ زیادہ طویل نہ ہو جائے ورنہ دلی تمنا تھی کہ

زیادہ سے زیادہ ان افراد کا ذکر کیا جائے جنھوں نے اجر رسالتؐ ادا کیا۔ بہر حال رب العزت کی بارگاہ میں التماس ہے کہ بحق محمدؐ و آل محمدؐ میری اس محنت کو اپنی بارگاہمیں منظور و مقبول بنائے۔ ﴿آمین﴾

مولف

ر حسین

نوٹ:۔ تمام اہل ایمان سے اپیل کی جاتی ہے کہ زیر تعمیر مسجد و امام بارگاہ و مدرسہ جامعۃ المنتظر حجۃ اللہ شاہ کوٹ کے لیے مالی امداد فرمائیں تاکہ جس کا آغاز ہو سکے۔

شکریہ

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آغاز کائنات:-

حدیث قدسی میں ارشاد پروردگار ہے-

کنت کنز افخفیا فاحببتان اعترف فخلقت الخلق لکنی اعرف

ترجمہ:- میں اپنے ﴿علم ذاتی﴾ میں چھپا ہوا-﴿عین قدرت﴾ خزانہ تھا میں نے چاہا کہ مجھے پہچانا جائے اور میری معرفت حاصل کی جائے اس لئے میں نے مخلوقات کو پیدا کرنے کا فیصلہ کر لیا-

(تاریخ اسلام صفحہ 28 تا 29)

اسی لئے اس نے اپنی اول مخلوق کی صورت میں نور محمدیؐ کو تخلیق کر کے چودہ جلوؤں سے معمور کیا-

و تقلبل فی السحدینo

﴿پ 19 سورہ شعراء آیت 219﴾

ترجمہ:- اور تیرا انقلاب سجدہ کرنے والوں میں

تفسیر:- تفسیر برہان میں ابن بابویہ سے سند متصل کے ساتھ جابر بن

عبداللہ انصاری سے مروی ہے کہ حضرت رسالتؐ مآب سے دریافت کیا گیا- جب آدم جنت میں تھا تو آپ کہاں تھے تو آپؐ نے فرمایا میں اس کے صلب میں تھا وہ زمین پر تشریف لائے تو میں ان کے صلب میں تھا- حضرت ابراہیم آگ میں ڈالے گئے تو میں ان کے صلب میں تھا- میرے آبائی سلسلہ میں کبھی زنا نہیں ہو اور خدا نے مجھے اصلاب طاہر سے ارحام طیب کی طرف منتقل کرتا رہا- درحالیکہ میں ہادی و مہدی ہوں- مجھ سے خدا نے نبوت و اسلام کا میثاق لیا ہے اور اس نے میری ہر صفت کو واضح کیا ہے- تورات و انجیل میں میرا ذکر کیا ہے اور مجھے آسمانوں پر بلند کیا ہے اور میرا نام اپنے ناموں سے مشتق کیا ہے-

حضرت ابوذر غفاری سے مروی ہے کہ میں نے بگوش ہوش جناب رسالتؐ مآب سے سنا ہے-

خلقت انا و علی بن ابی طالب من نور واحد

یعنی میں اور علی ایک نور سے پیدا ہوئے ہیں- ہم آدم کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے عرش کے پاس اللہ کی تسبیح کرتے رہے- جب آدمؑ کو پیدا کیا گیا تو یہ نور ان کے صلب میں ودیعت ہوا- وہ جنت میں تھے تو ہم اس کے صلب میں تھے- پس خدا ہمیں پاک صلبوں سے پاک رحموں کی طرف ہمیشہ منتقل کرتا رہا-

(انوار النجف جلد 10 صفحہ 219)

یہاں تک کہ یہ نور صلب عبداللہؑ وابو طالبؑ میں علیحدہ ہوا۔ حضرت آدمؑ سے لیکر حضرت عیسیٰ تک تمام انبیاء ورسل اپنے ادوار گذار چکے تو نبیؐ آخر الزمان ظاہری طور پر دنیا میں تشریف لائے اور دین خدا اور رسالت کو مختلف رنگوں میں پروان چڑھایا۔ فریضہ رسالت سے عہدہ برآ ہونے کے لئے کیا کچھ تکلیفیں برداشت نہیں کیں۔ پیدل سفر کیئے، قریبی ورشتہ داروں سے بائیکاٹ و قطع تعلق کے بوجھ سہے۔ لوگوں کے طعن و تشنیع برداشت کیے بھوکے پیاسے رہے۔ شعب ابی طالب میں تین سال تک جلا وطن رہے پھر جسم اطہر پر پتھر کھائے۔ ہجرت کی تکلیفیں اٹھائیں۔ دندان مبارک شہید ہوئے۔ حتیٰ کہ حضورؐ کی جانب یہ الفاظ بھی منسوب ہیں کہ فرمایا ما اوذی نبی کما اوذیت یعنی کسی نبی کو اسقدر اذیتیں نہیں دی گئی جتنی مجھے دی گئیں۔ آپؐ نے تبلیغ رسالت میں ذرہ بھر بھی کوتاہی نہیں کی اور خلق خدا کی خیر خواہی واصلاح کو ہر مرحلہ میں ہی مقدم رکھا اور یہ سب کچھ اپنے پروردگار کی خوشنودی کے لئے کیا باوجود تکلیفوں اور اذیتوں کے شکوہ نہیں کیا بلکہ اس کے ذکر و شکر اور حمد و ثنا میں ہمیشہ مصروف و مشغول رہے اور فرماتے رہے یہ سب کچھ خوشنودی خدا کے لئے کرتا ہوں اور اس کا عوض مجھے میرا پروردگار ہی عنایت فرمائے گا۔

اصلاح کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں ہوتا

قرآن مجید:- انا لا نضیع اجر المصلحینO

﴿پ9 سورہ الاعراف آیت 160﴾

ترجمہ:- تحقیق ہم نہیں ضائع کرتے بدلہ نیکی کرنیوالوں کا۔

حدیث :- پس اللہ تعالٰی نے اپنی حدود کی حفاظت اور حرمت کے لئے ہمارا ارادہ فرمایا۔ ہم پر ایمان رکھنے والا ایمانی بنا پر اجر و ثواب کا طلب گار ہوتا ہے اور ہمارا انکار کرنے والے کو اصل کی حمایت پیش نظر ہوتی ہے۔

﴿نہج البلاغہ۔ حضرت علی علیہ السلام﴾

اجر رسالتؐ کیا ہے

ذالك الذی یبشر الله عباده الذین امنو وعملو الصحت قل لا اسلکم علیه اجرا الا المودة فی القربیٰ ومن یقترف حسنه نزوله فیها حسنا ان الله غفور شکور

ترجمہ :- یہ وہی ہے جس کی خوش خبری دیتا ہے اپنے ان بندوں کو جو ایمان لائیں اور عمل صالح کریں کہہ دیجئے میں نہیں مانگتا تم سے اس کا اجر مگر

محبت قرابت داروں میں اور جو حاصل کرے نیکی ہم اس کے لئے اس کے حسن میں اضافہ کرتے ہیں تحقیق اللہ بخشنے والا شکر کی جزا دینے والا ہے۔

تفسیر:۔ اس کے شان نزول کے متعلق متعدد روایات وارد ہیں چنانچہ تفسیر مجمع البیان میں عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرمؐ جب مدینہ میں تشریف لائے اور اسلام مستحکم بنیادوں پر ترقی کرنے لگا تو انصار نے بارگاہ رسالتؐ میں عرض کی کہ آپؐ کو اس مشن میں بہت کچھ ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے لئے اخراجات کا بوجھ اٹھانا پڑتا ہے۔لہذا ہم اپنے ذاتی اموال بہ رضا و رغبت پیش خدمت کرتے ہیں اور حضورؐ کو ان میں تصرف کی مکمل اجازت دیتے ہیں۔آپؐ نے انصار کی بات سن کر وحی کا انتظار فرمایا تو یہ آیت نازل ہوئی۔

تفسیر صافی میں ہے انصار نے عرض کی کہ آپؐ کی بدولت خدا نے ہم پر احسان فرمایا اور ہمیں شرف بخشا اور آپ ہی کی وجہ سے ہمارے دوست خوش ہوئے اور دشمن ذلیل ہوئے اور اب دائرہ اسلام کی وسعت کے پیش نظر گردو نواح سے مختلف وفود کی آمد لازمی ہے لہذا ان کے اخراجات کے لئے ہم اپنے اموال کا ایک تہائی حصہ خوشی خوشی آپؐ کے پیش کرتے ہیں آپؐ ضرور قبول فرما کر حوصلہ افزائی فرمائیں پس ان کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔

بروایت قریب الاسناد ایک دن نبی اکرمؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ نے ایک

فرض تم پر عائد فرمایا ہے کیا تم اس کو ادا کرو گے تو لوگ سنانے میں آ گئے آپؐ نے پھر دوسرے دن بھی ایسا ہی ایک خطاب فرمایا اور لوگوں پر سکتہ طاری رہا پھر تیسرے دن بھی سامعین سے مہر خاموشی نہ ٹوٹی تب آپؐ نے وضاحت فرمائی کہ سونا چاندی یا کھانے پینے کا مطالبہ نہیں ہے تب یک زبان بولے حضورؐ پھر فرمائیے وہ کون سا فریضہ ہے پس آپؐ نے اس آیت مجیدہ کی تلاوت فرمائی تو کہنے لگے ہم یہ فریضہ فرماتے ہیں سوائے سات آدمیوں کے اس عہد کی وفا کسی نے نہ کی۔ سلمان، ابوذر، عمار بن یاسر، مقداد بن اسود کندی، جابر بن عبد اللہ انصاری، زید بن ارقم اور حضور نبی اکرم کا ایک غلام

اجر رسالتؐ کیوں طلب کیا گیا

قل ما سئالتکم دین اجر فهو تکم ان جری الا علی الله و هو علی کل شیی و شهیر

ترجمہ:۔ جو بھی میں تم سے اجر مانگوں وہ تمہارے ہی فائدے کے لئے ہوگا میرا اجر تو اللہ پر ہی ہے اور وہ ہر چیز پر گواہ ہے۔

تفسیر:۔ تفسیر برہان میں بروایت کلینی امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ بہ حکم پروردگار رسول اللہ نے جو اجر مودت

طلب فرمایا تھا اس کے متعلق ارشاد ہے کہ میری اہل بیت کی اطاعت کر کے تم کو راہ ہدایت نصیب ہوگا اور عذاب جہنم سے بچ جاؤں گے۔ بروایت قمی آپؐ نے فرمایا کہ رسول اللہ نے اپنی قوم سے اجر رسالت طلب کیا تھا کہ میرے قریبوں سے مودت رکھنا اور ان کو اذیت نہ دینا۔

محبت و مودت میں فرق

محبت وہ ہے جو ایک انسان کو دوسرے انسان سے ہوتی ہے مگر یہ ہمیشہ قائم نہیں رہ سکتی کبھی محبت نفرت میں بھی تبدیل ہو جاتی ہے اور اپنی شکل کھو دیتی ہے۔ یہ پائید اور لفظ نہیں ہے۔ جبکہ مودت وہ ہے جو صرف اور صرف مودت ہی رہتی ہے یہ مرتے دم تک انسان کے دل میں رہتی ہے۔ بہت کم افراد ہیں جو مودت تک پہنچ سکتے ہیں۔ مودت کا لفظ صرف محمدؐ و آل محمدؐ کے لئے مخصوص ہے۔ محبت اور عشق سے بہت بلند چاہنے کا نام مودت ہے۔

وہ قریبی کون ہیں جن کی مودت کو اجر رسالت قرار دیا گیا ہے

علیؑ اور سرور کائناتؐ

حضرت ابوذر سے مروی ہے کہ میں نے بگوش ہوش سنا ہے جناب رسالتمآب نے ارشاد فرمایا:

خلقت انا و علی ابیطالب من نوره واحد

یعنی میں اور علیؑ ایک نور سے پیدا ہوئے

(تفسیر برہان، انوار النجف، چودہ ستارے، معانی الاخبار، الدمعتہ الساکبہ)

سرور کائنات کا ارشاد ہے

اے ﴿علیؑ﴾ تو مجھ سے اور میں تجھ سے ہوں اور تو میرا بھائی اور ساتھی ہے۔

(تاریخ ابن عساکر جلد 1 صفحہ 109)

مولود کعبہ حضرت علی علیہ السلام محمد مصطفیٰ کے سیم نور، داماد، بھائی اور جانشین ہیں یہ حضورؐ کے قریبی ہیں جنکی مودت کو اجر رسالت کا نام دیا گیا ہے۔

فاطمہؑ اور سرور کائناتؐ

حضرت نبی اکرمؐ نے فرمایا

الفاطمته بضعته منی من اذاها فقد اذنی

یعنی فاطمہؑ میرا حصہ ہے جس نے اسکو ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔ (انوار النجف، چودہ ستارے، میزان الحکمت بحار الانوار، الدمعتہ الساکبہ)

اس حدیث سے واضح ہے کہ حضور سرورکائنات کا یہ فرمانا کہ فاطمہؑ میرا حصہ ہے محض پدری محبت کے تقاضے کے تحت نہیں بلکہ فاطمہ الزہراؑ کی مثالی زندگی گواہ ہے کہ وہ نبوت و رسالت کی بھی شریک کار ہیں۔ ان سے زیادہ اجر رسالت کا مستحق کون ہو سکتا ہے۔

حسنؑ اور سرور کائناتؐ

حضرت رسول کریم ارشاد ہے

حسن منی و انا منه احب الله من احبه

حسنؑ مجھ سے ہے اور میں حسنؑ سے ہوں خدا اسے دوست رکھتا ہے جو حسنؑ کو دوست رکھے۔

(میزان الحکمت، چودہ ستارے، انوار النجف، بحار الانوار)

حسنؑ حضور کا حصہ ہیں۔ حضورؐ کا ارشاد ہے حسنینؑ جوانان جنت کے سردار ہیں اس لئے حسنؑ سے مودت رکھنا اجر رسالت ادا کرنا ہے۔

حسینؑ اور سرور کائناتؐ

سرور کائنات ارشاد فرماتے ہیں

حسین منی و انا من الحسین

حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں۔

خدا اسے دوست رکھے جو حسینؑ کو دوست رکھے۔

(مطالب السئول صفحہ 242 صواعق محرقہ صفحہ 114 نور الابصار صفحہ 1123 صحیح ترمزی جلد 6 صفحہ 307، مستدرک الحاکم جلد 3 صفحہ 117، مسند احمد جلد 6 صفحہ 972، اسد الغابۃ جلد 2 صفحہ 91، کنز العمال جلد 4 صفحہ 221 انوار النجف جلد 5 صفحہ 75۔ میزان الحکمت جلد 1 صفحہ 384)

اس حدیث سے واضح ہے کہ حضرت امام حسینؑ پیغمبر اسلام کے قریبی بلکہ ان میں سے ہیں ان کا ایک حصہ ہے ولادت سے لیکر عصر عاشور تک حسینؑ رسول سے ہیں لیکن عصر عاشور سے قیامت تک رسولؐ حسینؑ سے ہیں حسینؑ دین کو بچانے والے ہیں ان سے مودت رکھنا اجر رسالت ہے۔

آیت تطہیر

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطرھر کم تطھیرا۔

﴿پارہ 22 سورہ احزاب آیت 34﴾

ترجمہ:۔ سوائے اس کے نہیں کہ چاہتا ہے اللہ کے دور رکھے تم سے

جس کو اے اہل بیتؑ اور تم کو پاک رکھے جس طرح پاک رکھنے کا حق ہے۔

تفسیر: تفسیر مجمع البیان میں علامہ طبرسی فرماتے ہیں کہ عامہ و خاصہ دونوں کی کتب میں اس مضمون کی احادیث بکثرت وارد ہیں اور تفسیر برہان میں مسند احمد بن حنبل اور اہل سنت کی صحاح ستہ سے کافی احادیث اس موضوع کی نقل کی ہیں اور بطریق اہل بیتؑ اس موضوع کی احادیث بے حد تواتر وارد ہیں اور بعض میں یہ تصریح بھی موجود ہے کہ اس آیت مجیدہ کے مصداق پنجتن پاکؑ کے علاوہ علی زین العابدینؑ سے لیکر حضرت قائم آل محمدؐ تک آئمہ طاہرین علیہم السلام ہیں۔ یعنی پنجتن پاکؑ اس کے تنزیلی مصداق اور باقی آئمہ اس کے تاویلی مصداق ہیں۔ تفسیر برہان میں ہے کہ حضرت علیؑ نے حضرت ابو بکر سے اپنے احتجاج میں حدیث کساء کا تذکرہ کیا تھا جس کو انھوں نے تسلیم کیا تھا اور مجلس شوریٰ میں بھی آپؑ نے اپنی اس فضیلت کو پیش کیا تھا جس کا کسی نے انکار نہیں کیا تھا بلکہ تسلیم کیا تھا۔ کتب شیعہ میں حدیث کساء ایک مشہور و معروف حدیث ہے جس کا پڑھنا اور سننا مستحب قرار دیا گیا ہے۔ بلکہ اس کا ورد و مصائب و آلام و وسعت رزق اور استجابت دعا کے لئے کافی لوگوں کا معمول ہے بہر کیف اس کی برکات بے حد ہیں یہ آل محمدؐ کا وہ قصیدہ ہے جو ان کے تمام کمالات و فضائل اور ان کی عصمت و طہارت پر نص قاطع ہے۔

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ آیۂ تطہیر میرے گھر میں نازل ہوئی تھی

میں دروازہ خانہ کے نزدیک بیٹھی تھی۔ پس میں نے عرض کی کہ اے رسولؐ خدا کیا میں اہل بیت میں نہیں ہوں۔ جناب رسولؐ نے جواب دیا کہ تیری عاقبت بخیر ہے لیکن تو ازواج رسولؐ میں سے ہے اس وقت اس گھر میں فقط رسولؐ خدا و علیؑ فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ تھے آنحضرتؐ نے ان کو اپنی عبا کے نیچے لیا اور عرض کی کہ اے خدا یہ میرے اہل بیتؑ ہیں۔

(البلاغ المبین جلد اول صفحہ 386

اصل حدیث کساء جو ایک طولانی حدیث ہے۔ یہاں اس حدیث کا خلاصہ درج کیا جاتا ہے کہ جب یہ پنجتنؑ پاک چادر کے نیچے آچکے۔ تو جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں کہ میرے والد رسول اللہؐ نے چادر کے دونوں کناروں کو پکڑ کر اپنے دائیں ہاتھ سے آسمان کی طرف اشارہ کیا اور عرض کی بار الہا میرے اہل بیتؑ اور مخصوص یہی ہیں جن کا گوشت میرا گوشت اور جن کا خون میرا خون ہے۔ وہ چیز مجھے اذیت دیتی ہے جو ان کو اذیت دیتی ہے اور وہ چیز مجھے رنجیدہ کرتی ہے جو چیز انھیں رنجیدہ کرتی ہے۔ میری اس سے لڑائی ہے جو ان سے بر سر جنگ ہو۔ اور میری ان سے صلح ہے جس کی ان سے صلح ہو۔ یہ مجھ سے اور میں ان سے ہوں پس قرار دے اپنی صلوۃ۔ برکتیں۔ رحمت بخشش اور رضوان مجھ پر اور ان پر اور دور رکھ ان سے ہر قسم کے رجس اور ان کو پاک رکھ۔ پس خدائے عزوجل نے فرمایا اے میرے ملائکہ اور میرے آسمانوں کے رہنے والوں۔ میں نے آراستہ

سمان بچھی ہوئی زمین۔ منور چاند۔ روشن سورج۔ دریا۔ رواں کشتی کو ان پانچ ہستیوں کی محبت میں جو چادر کے نیچے ہیں پیدا کیا ہے اس پر جبرائیل امین نے عرض کی۔پالنے والے۔چادر کے نیچے کون ہیں۔

باری تعالی کا ارشاد ہوا۔ کہ وہ اہل بیتؑ نبوت اور رسالتؐ ہیں۔ یعنی فاطمہؑ اور اسکے والد۔اس کا شوہر اور اس کے بیٹے۔

☆ ﴿ثابت ہوا کہ قریبی کون ہیں اور کن کی مودت کو اجر رسالت قرار دیا گیا ہے۔ان کی مودت واجب ہے یہی ہماری بخشش کا ذریعہ ہیں بروز محشر یہی ہماری شفاعت کرنے والے ہیں۔﴾

مباہلہ

فمن حاجك فيه من بعد ماجآئك من العلم فقل تعالو ن۔دع ابنآ ئنا و ابناء كم و نساء نا و نساء كم و انفسنا و انفسكم ثم نبتهل فنجعل لعنت الله على الكذبين۔

رجمہ : پس اگر جھگڑیں وہ اس بارے میں بعد اس کے تیرے پاس علم آچکا ہے تو فرمادیجئے آؤ بلالیں ہم اپنے بیٹوں کو اور تم اپنے بیٹوں کو۔ہم اپنی عورتوں کو اور تم پنی عورتوں کو اور ہم اپنے نفسوں کو اور تم اپنے نفسوں کو پھر دعا مانگیں اور مقرر

کریں اللہ کی لعنت جھوٹوں پر۔

تفسیر: جب نصاری نجران کا وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے پاس آیا تو اس وفد کے سردار اہتم عاقب اور سید تھے۔ انہوں نے کہا آپؐ ہمیں کس بات کی دعوت دیتے ہیں؟

آپؐ نے فرمایا اس بات کی کہ تم گواہی دو کہ خدا واحد لاشریک ہے میں (محمدؐ) خدا کا رسول ہوں اور حضرت عیسیٰؑ خدا کے بندے اور مخلوق ہیں۔ وہ کھاتے ہیں پیتے ہیں پھر فرمایا: اگر تم نہیں مانتے تو مجھ سے مباہلہ کرلو۔ اگر میں سچا ہوا تو تم پر لعنت ہوگی اگر میں جھوٹا ہوا تو وہ مجھ پر نازل ہوگی۔ یہ سن کر انہوں نے کہا: بات تو انصاف کی ہے اور مباہلہ کرنے کا وعدہ کر کے چلے گئے۔ جب وہ اپنی جگہ پہنچے تو ان کے سرداروں نے کہا۔ اگر (محمدؐ نے) اپنی قوم کے ساتھ مباہلہ کرنے کی کوشش کی تو ہم بھی کریں گے کیونکہ وہ نبی نہیں ہے۔ اور اگر اپنے خاص اہل بیتؑ کے ساتھ مباہلہ کرے تو ہم مباہلہ نہیں کریں گے کیونکہ اس صورت میں وہ سچا ہے۔

جب صبح ہوئی تو وہ حضرت رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے تب آنحضرتؐ کے ساتھ حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام و مخدومہ کونین حضرت فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیھا و شہزادہ حضرت امام حسنؑ و شہزادہ حضرت اما

حسنینؑ ﴿مباہلہ کے لیے﴾ موجود تھے۔

یہ منظر دیکھ کر انہوں نے مباہلے سے روگردانی اختیار کرلی اور آنحضرتؐ کی خدمت میں عرض کیا ہم آپؐ کی مرضی کے مطابق سب کچھ دینے کے لیے تیار ہیں آپؐ ہمیں مباہلہ سے معاف رکھیں۔ آنحضرتؐ نے ان کی درخواست قبول فرمائی اور جزیہ پر ان سے صلح کرلی۔

(میزان الحکمت جلد اول صفحہ 738 تا 740)

☆ ﴿پنجتن پاک کا مباہلہ میں جانا۔ اور نصاریٰ کا ان ذوات مقدسہ کو دیکھتے ہی ان کے ساتھ مباہلہ نہ کرنا ثابت کرتا ہے کہ یہی اہل بیتؑ اور حضورؐ کے قریبی ہیں۔ اگر کوئی اور قریبی ہوتے تو حضورؐ ان کو بھی مباہلہ میں لے جاتے حالانکہ آیت میں جمع کے صیغے ہیں لیکن آنحضرتؐ کا ان حضرات کو ہی ترجیح دینا یہ ثابت کرتا ہے کہ یہی ان کے قرابت دار ہیں اور ان کی مودت کو ہی اجر رسالتؐ قرار دیا گیا ہے۔﴾

فدک

وات ذاالقربی حقه و المسکین و ابن السبیل و لا تبذر تبذیر

(پارہ 15 سورہ بنی اسرائیل آیت 26)

ترجمہ : اور دو قرابت دار کو اپنا حق اور مسکین مسافر کو اور نہ حد سے زیادہ خرچ کرو۔

تفسیر : فدک نواح خیبر میں ایک قریہ ہے۔ فتح خیبر کے بعد آنحضرتؐ نے ... کو فدک والوں کی طرف بھیجا اور حکم دیا کہ انھیں دعوت اسلام دے کر مسلمان کریں۔ ان لوگوں نے اس بات پر صلح کرنی چاہی کہ نصف زمین آنحضرت کو دے دیں اور نصف پر خود قابض رہیں۔ حضرتؐ نے اسے منظور فرمالیا۔ طبری جلد 3 صفحہ 95 میں ہے کہ چونکہ یہ فدک بلا جنگ و جدال ملا تھا اسی لئے آنحضرت کا خالصہ قرار پایا۔

در منثور جلد 7 صفحہ 1777 میں ہے کہ فدک کے قبضہ میں آتے ہی حکم خدا نازل ہوا۔ وات ذالقربیٰ حقہ۔ اپنے قرابت داروں کو حق دے دو۔

شرح مواقف کے صفحہ 735 میں ہے کہ آنحضرتؐ نے فاطمہ الزہراؑ کو بطور عطیہ فدک دے دیا۔

روضتہ الصفا جلد 2 صفحہ 377 - معارج النبوت رکن 4 صفحہ 221 میں ہے کہ آنحضرتؐ نے تحریری تصدیق نامہ یعنی بذریعہ دستاویز جائداد فدک جناب سیدہؑ کے نام ہبہ کر دی۔

(صواعق محرقہ - فتاوی عزیزی

☆ ﴿اس سے ثابت ہے کہ جناب سیدہ حضورؐ کی اکلوتی بیٹی ہیں یہی فدک کی مالکہ ہیں حضورؐ کے قریبی بلکہ ان کا حصہ ہیں اسی لئے ان سے مودت کرنا اجر رسالتؐ ادا کرنا ہے۔﴾

اعلان ولایت جناب امیرؑ

یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک و ان لم تفعل فما بلغت رسالته و الله تعصمک منالناس ان الله لا یھدی القوم الکافرین۔

﴿پارہ 6 سورہ مائدہ آیت 68﴾

ترجمہ :- اے رسولؐ تبلیغ کر اس چیز کی جو تیرے رب کی طرف سے نازل کی گئی۔ اور اگر تو نے یہ کام نہ کیا تو تو نے اس کا پیغام نہ پہنچایا اور اللہ تجھ کو ان لوگوں سے بچائے گا تحقیق اللہ نہیں ہدایت کرتا قوم کافر کو۔

تفسیر :- مورخین اہلسنت اور واقعہ غدیر خم طبقات صفحہ 225 جلد سوم اور امتاع المقریزی صفحہ 510 ارشاد الساری صفحہ 469 جلد 6 میں ہے کہ :

حضورؐ نے 10ھ حجتہ الوداع کا ارادہ فرمایا لوگوں میں منادی ہوئی۔ خلق کثیر جمع ہوئی۔ اس حج کو حجتہ الوداع۔ حجتہ الاسلام۔ حجتہ الکمال۔ اور حجتہ التمام کہتے ہیں۔

حضور سرور کائناتؐ نے بعد ہجرت اس حج تک کوئی حج نہیں کیا تھا چنانچہ حضورؐ پانچ یا چھے ذیلقعدہ 10ھ کو غسل فرما کر لباس فاخرہ پہن کر باہر تشریف لائے۔ آپؐ کے ساتھ جملہ ازواج واہلبیتؑ تھے اور عامہ مہاجرین وانصار اور قبائل عرب سے بھی ساتھ تھے۔

سیرۃ حلبیہ صفحہ 283۔ خواص الامتہ صفحہ 18 میں ہے کہ حضورؐ کے ساتھ اس حج میں ایک لاکھ چوبیس ہزار آدمی تھے اور حضرت علیؑ کے ساتھ آنے والے یا مکہ معظمہ میں مقیم ان کے علاوہ تھے۔

حافظ ہیثمی نے مجمع الزوائد جلد 9 صفحہ 156 اور ثمار القلوب صفحہ 52 میں لکھا ہے کہ جب حضورؐ مناسک حج پورے کر کے واپس ہوئے تو مع تمام جماعتوں کے جن میں مدنی۔ مصر اور عراقی شامل تھے 18 ذوالحجہ بروز جمعرات خم غدیر پر پہنچے۔

تفسیر انوار النجف جلد 5 صفحہ 140 میں ہے کہ پس جبرائیل امین نازل ہوئے اور خداوند کریم کی جانب سے یآ ایھا الرسول بلیغ کا پیغام لائے اور حکم سنایا کہ علیؑ کو لوگوں کا امام ہادی مقرر فرمائیں اور ولایت کے فرض کی اہمیت او وجوب اطاعت ہر ایک کو سمجھائیں۔ پس آپؐ نے حکم دیا کہ آگے نکل جانے والوں کو واپس بلایا جائے اور پیچھے آنے والوں کا انتظار کیا جائے اور حکم دیا کہ کیکر کے ان پانچ بڑے درختوں کے نیچے صفائی کر دی جائے چنانچہ جھاڑو دیکر اس جگہ

کو صاف کردیا گیا پس ظہر کی اذان ہوئی تو آپؐ درختوں کے نیچے تشریف لائے اور لوگوں کو نماز ظہر پڑھائی سورج کی تمازت کا یہ عالم تھا کہ لوگ اپنی ردا کے کچھ حصہ سے سروں کو ڈھانپتے تھے اور کچھ حصہ پاؤں کے نیچے دیتے تھے اور جناب رسالتؐ مآب کے لئے کیکر کی شاخ پر حضورؐ کے سر کے اوپر ایک کپڑا تان دیا گیا تھا۔

آپؐ نے پالان شتر کا منبر بنایا اور بلال کو حکم دیا کہ حی علی خیر العمل کہہ کر آواز دی۔ مجمع سمٹ کر نقطہ اعتدال پر آگیا آپؐ نے ایک فصیح وبلیغ خطبہ ارشاد فرمایا۔ (چودہ ستارے)

خطبہ غدیر خم

(مجمع الزوائد۔ ثمار القلوب)

ترجمہ:۔ آپؐ نے فرمایا:۔

جملہ محامد اللہ واجب الوجود کے لئے سزاوار ہیں ہم اس سے مدد مانگتے ہیں اور اسی کے ساتھ ہمارا ایمان ہے۔ ہم اپنے نفسوں کی شرارتوں سے اللہ کے ساتھ پناہ مانگتے ہیں اور اپنے اعمال کی برائیوں سے:۔ جس کو ہدایت کرے اس کو گمراہ کرنے والا کوئی نہیں۔ اور جس کی گمراہی پر مہر ثبت کردے اس کو کوئی ہدایت کرنے والا نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں

اور تحقیق محمدؐ اس کا بندہ بھی ہے اور اس کا رسولؐ بھی۔ اس کے بعد فرمایا خبردار۔ اے لوگو مجھے اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ یہ نبی اپنے سے پہلے نبی کی عمر کے مقابلہ میں نصف عمر دیا جاتا ہے۔ عنقریب میں بلایا جاؤں گا اور سوال کیا جائے گا اور تم بھی پس تم کیا کہو گے۔ انہوں نے کہا ہم گواہی دیتے ہیں آپؐ نے خوب تبلیغ کی اور خیر خواہی کی اور بہت کوشش فرمائی پس خدا آپ کو جزائے خیر دے۔

آپؐ نے فرمایا کیا آپ گواہی نہیں دیتے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اس کے بندے اور رسولؐ ہیں۔ اور تحقیق جنت اور دوزخ برحق ہے۔ اور تحقیق موت حق ہے اور قیامت کے آنے میں کوئی شک نہیں اور تحقیق اللہ تعالیٰ قبروں سے مردے اٹھائے گا۔ انہوں نے کہا کہ ہاں۔ ہم اس کی گواہی دیتے ہیں۔ کہا اے اللہ تو گواہ رہ۔ پھر فرمایا اے لوگوں۔ کیا تم سنتے نہیں ہو۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہم سنتے ہیں۔ کہا پس میں حوض کوثر پر تم سے پہلے پہنچنے والا ہوں تم میرے پاس پیاسے آؤ گے۔ تحقیق حوض کوثر کی چوڑائی صنعاء اور بصری کے درمیانی ہے۔ اس میں چاندی کے پیالے ستاروں کی تعداد میں پڑے ہیں پس غور کرو میرے بعد ثقلین سے کیا برتاؤ کرو گے۔ پس ایک منادی نے ندا دی حضورؐ ثقلین سے کیا مراد ہے؟ فرمایا ثقل اکبر کتاب اللہ ہے اس کی ایک طرف تمہارے ہاتھ میں ہے اور دوسری طرف خدا کے ہاتھ میں ہے پس اس کو پکڑو گمراہ نہیں ہو گے۔

ثقل اصغر میری عترت ہے۔ مجھے لطیف و خبیر نے خبر دی ہے۔ کہ تحقیق وہ دونوں ایک دوسرے سے علیحدہ نہ ہوں گے حتی کہ حوض کوثر پر میرے پاس پہنچ جائیں گے۔ میں نے ان دونوں کی نسبت اپنے رب سے سوال کیا تھا۔ پس تم ان دونوں سے آگے نہ بڑھو اور نہ پیچھے رہو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔

پھر حضرت علی علیہ السلام کا ہاتھ پکڑا اور اس کو بلند کیا حتی کہ دونوں بغلوں کی سفیدی نظر آئی اور سب قوم نے اس کو پہچان لیا پھر فرمایا اے لوگو مومنوں کے ساتھ انکی جانوں سے بڑھ کر لوگوں میں سے کون والی ہے؟ انہوں نے عرض کی کہ اللہ اور اس کا رسولؐ بہتر جانتا ہے۔ فرمایا۔ تحقیق اللہ تعالی میرا مولا اور میں مومنوں کا مولا ہوں یعنی ان کی جانوں سے بڑھ کر بھی انکا ولی اس کے بعد آپؐ نے تین مرتبہ فرمایا﴿ من کنت مولا فھذا علی مولاہ۔۔ جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ علیؑ بھی مولا ہے﴾

پھر کہا اے اللہ محبت کر اس سے جو اس سے محبت کرے اور عداوت رکھ اس سے جو اس سے عداوت رکھے اور بغض رکھ اس سے جو جو اس سے بغض رکھے اور مدد کر اس کی جو اس کی مدد کرے اور ذلیل کر اسکو جو اس کو ذلیل کرنے کی کوشش کرے اور حق کو ادھر پھیر دے جس طرف یہ پھرے۔ خبردار حاضر کو چاہیے کہ غائب کو میرا پیغام پہنچا دے پھر ابھی متفرق نہ ہوئے تھے کہ جبرائیل امین یہ آیت لیکر نازل ہوئے۔

الیوم یئس الذین کفروا من دینکم فلا تخشو ھم و اخشون

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام

دینا فمن اضطر فی مخمصه غیر متجانف لاثم فان الله غفور رحیم-

﴿پارہ 6 سورہ مائدہ آیت 33﴾

ترجمہ :- آج ﴿بروز غدیر﴾ مایوس ہو گئے وہ جو کافر ہیں تمہارے دین ﴿اسلام کے مٹانے﴾ سے پس ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو- آج میں نے کامل کر دیا تمہارے لئے تمہارا دین ﴿ساتھ اعلان ولایت علیؑ کے﴾ اور تمام کر دی تم پر اپنی نعمت اور راضی ہوا میں تمہارے لئے اسلام پر دین کے لحاظ سے ﴿کہ یہ تمام دینوں سے افضل ہے﴾ پس جو مضطر ہو حالت سختی و کر سنگی میں کہ نہ مائل ہو گناہ کے لئے تو تحقیق اللہ بخشنے والا مہربان ہے-

حضرت رسول اکرمؐ نے فرمایا اللہ اکبر دین کے پورا کرنے اور نعمت کے تمام کرنے اور میری رسالت اور میرے بعد علیؑ کی ولایت پر خدا کے راضی ہونے پر خدا تعالیٰ کا شکر ہے- اس کے بعد قوم حضرت علیؑ کو مبارکباد دینے لگی- سب کہتے تھے مبارک ہو مبارک ہو تجھ کو اے ابو طالبؑ کے بیٹے کہ آج سے آپؑ میرے مولا اور ہر مومن کے مولا ہو گئے-

(تفسیر خلافت مبلغ اعظم محمد اسماعیل)

تفسیر برہان میں احتجاج طبرسی میں مناقب بن مغازلی شافعی سے بروایت ابی ہریرہ منقول ہے کہ جو شخص 18 ذی الحجہ کا روزہ رکھے اس کے نامہ اعمال میں ساٹھ ماہ کے روزوں کا ثواب لکھا جاتا ہے اور یہی وہ غدیر خم کا روز ہے جس میں جناب رسول اکرمؐ نے حضرت علیؑ کے لئے بیعت لی تھی۔ پس حضرت عمر بن الخطاب نے حضرت علیؑ کو ان لفظوں سے مبارک باد پیش کی۔ یعنی مبارک مبارک اے فرزند ابو طالبؑ کہ آپؑ میرے اور تمام مومن مردوں اور عورتوں کے سردار و مولا ہو گئے ہیں۔

(انوار النجف جلد 5 صفحہ 35)

☆ ﴿جو افراد وفادار رہے اور اپنے وعدے پر قائم رہے انھوں نے اجر رسالت ادا کیا۔ اور جنھوں نے بے وفائی کی وعدہ خلافی کی انھوں نے حضورؐ کو اذیت پہنچائی۔﴾

جناب علیؑ اور شب ہجرت

و من الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ و اللہ رئوف بالعباد۔

﴿پارہ 2 سورہ البقرہ آیت 201﴾

ترجمہ :- اور بعض لوگ ہیں جو بیچتے ہیں اپنے نفس کو واسطے طلب رضامندی خدا کے اور اللہ بڑا مہربان ہے اپنے بندوں پر-

تفسیر :- اس کے شان نزول کے متعلق اہل علم کا اتفاق ہے کہ حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ کے حق میں اتری جبکہ شب ہجرت بستر رسول پر سوئے تھے-او واقعہ یوں ہے کہ کفار قریش نے مشورہ کیا کہ جناب رسالت مآبؐ کو اپنے مقام پر قتل کردیا جائے اور چونکہ ظاہر ہو کر ایک آدمی یا ایک قبیلہ کا قتل کرنا مشکل ہے کیونکہ بنی ہاشم مشتعل ہو جائیں گے اور خواہ مخواہ قصاص لیں گے لہذا بہتری اسی میں ہے کہ تمام خاندانوں میں سے ایک ایک آدمی منتخب کرلیا جائے اور سب مل کر آنحضورؐ کو قتل کردیں اس صورت میں اگر بنی ہاشم مشتعل ہوں گے تو انکو خون بہا پر راضی کرلیا جائے گا کیونکہ تمام خاندانوں سے قصاص لینا ان کے لئے مشکل ہوگا- پس جبرائیلؑ امین نازل ہوئے اور قریشیوں کے خبث باطن کی آنحضرتؐ کو خبر دی اور حکم سنایا کہ اپنے بستر پر علیؑ کو سلادیں اور خود بنفس نفیس مدینہ کی طرف تشریف لے جائیں- پس آپؐ نے ایسا ہی کیا- حضرت علیؑ بستر رسولؐ پر سوگئے- جوانان قریش اپنے مشورہ کے تحت جب پہنچے تو انہیں یہ یقین تھا کہ حضورؐ خود بستر پر سوئے ہوئے ہیں پس جب انہوں نے جگایا تو حضرت علیؑ کو سویا ہوا پایا- پوچھنے لگے محمدؐ کہاں ہیں ؟ آپؑ نے فرمایا مجھے کیا معلوم- پس وہ خائف وخاسر وہاں سے چلے گئے-

تفسیر ثعلبی سے منقول ہے کہ جناب رسالت مآبؐ نے فرمایا کہ خداوند کریم نے جبرائیل و میکائیل کی طرف وحی فرمائی کہ میں نے تم دونوں کو ایک دوسرے کا بھائی قرار دیا ہے اور ایک کی عمر دوسرے سے زیادہ مقرر کی ہے پس دونوں میں سے کون اپنی عمر کے کچھ حصہ کی قربانی پیش کرتا ہے تاکہ اس کے حصے سے کاٹ کر اس کے بھائی کے حصے میں شمار ہو جائے یہ سنتے ہی دونوں فرشتے خاموش ہو گئے۔ پس خدا کی جانب سے وحی ہوئی کہ تم میرے ولی علی ابن ابی طالبؑ کی مثل کب ہو سکتے ہو؟ کہ میں نے اس کے اور اپنے نبیؐ محمد کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا ہے پس وہ اپنے بھائی پر اپنی جان قربان کر کے سو رہا ہے پس تم دونوں زمین پر اترو اور دشمنوں سے اس کی حفاظت کرو پس دونوں فرشتے اترے جبرائیل جانب سر بیٹھا اور میکائیل جانب قدم بیٹھ گیا۔ اور جبرائیل نے کہنا شروع کیا۔ مبارک۔ اے ابو طالبؑ کے فرزند تیرا ہمسر کون ہو سکتا ہے کہ خدا ملائکہ پر بھی تیرے ایثار کا فخر کر رہا ہے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ رات کے وقت آپؑ کو نیند نہ آئی ہو گی کیونکہ موت کا خطرہ تھا تو آپؑ نے فرمایا خدا کی قسم آج کی شب کی طرح مجھے عمر بھر نیند نصیب نہیں ہوئی۔

(انوار النجف جلد3)

☆ ﴿ حضرت علی علیہ السلام سرور کائناتؐ کے ساتھ جنگ اور امن دونوں

حالتوں میں ہمرکاب رہے اور موت کی پروانہ کی اسی لئے حضورؐ فرماتے تھے کہ میں اور علیؑ ایک نور سے ہیں۔ اسی لیے علی علیہ السلام سے مودت کرنا اجر رسالت ادا کرنا ہے۔

حدیث ثقلین

رسول پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے

انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی اھل بیتی

میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جارہا ہوں ایک کتاب اللہ اور دوسری میری عترت اہل بیتؑ۔

آنحضرتؐ کا خطبہ

اے لوگو میں نے تم پر کوئی چیز حلال نہیں کی مگر وہی جسے قرآن نے حلال کیا ہے اور کوئی چیز حرام نہیں کی مگر وہی جسے قرآن نے حرام کیا ہے۔ یقیناً میں تمہارے درمیان دو عظیم چیزیں چھوڑتا ہوں۔ جب تک اس سے متمسک رہو گے اور ان سے ہاتھ نہ اٹھاؤ گے ہرگز گمراہ نہ ہو گے وہ دونوں خدا کی کتاب اور میری عترت ہے جو میرے اہل بیتؑ ہیں یہ دونوں تمہارے درمیان میرے خلیفہ ہیں اور یہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے جب تک میرے پاس حوض

کوثر پر نہ پہنچیں پھر وہاں تم سے پوچھوں گا کہ تم نے ان کی رعایت کیسی کی بے شک اس روز چند اشخاص کو میرے حوض سے دور کریں گے اور دفع کریں گے جس طرح لوگ اونٹوں کو پانی پلاتے وقت اجنبی اونٹوں کو حوض سے بھگا دیتے ہیں۔

(حیات القلوب جلد2 صفحہ 832)

☆ ﴿جو افراد حضور سرور کائناتؐ کے ارشاد پر عمل کر کے قرآن اور اہل بیتؑ کے ساتھ رہے انھوں نے اجر رسالت ادا کیا۔﴾

ثقلین ﴿قرآن و عترت طاہرہ﴾ سے امت کا سلوک

دربار میں کھڑی ہے رسالت کی آبرو　　　کوئی سوال کرنا سکھادے بتولؑ کو

جناب رسالت مآبؐ نے ثقلین کیساتھ تمسک پکڑنے کا انتہائی تاکید کے ساتھ جو حکم فرمایا تھا۔ اہل اسلام نے اس پر خوب عمل کیا عترت طاہرہ کے ساتھ تمسک کا جو حال ہوا۔ سرکار رسالتؐ کی اکلوتی شہزادی خاتون دو جہاں حضرت فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیھا کی حالت زار سے صاف ظاہر ہے۔

صحیح بخاری کتاب الخمس میں حضرت عائشہ روایت فرماتی ہیں کہ حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ نے رسول اللہ کی وفات کے بعد خلیفہ سے اپنا حق وراثت یعنی فدک کا سوال کیا۔ پس انھیں جواب دیا گیا کہ تمھارا کوئی حق نہیں۔

بخاری شریف میں ہے کہ :-

پس فاطمہؑ بنت رسول اللہ ناراض ہو گئیں اور خلیفہ سے بائیکاٹ تعلقی یا قطع کلامی ﴿ کر لی اور ہمیشہ اس سے بائیکاٹ میں رہیں یہاں تک کہ پا گئیں۔

خطبہ دختر رسولؐ

احتجاج میں عبداللہ ابن حسن نے اپنے آباؤ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر نے فدک واپس کرنے کا قطعی انکار کر دیا تو دختر رسولؐ نے اوڑھی مہاجرین وانصار کی مستورات کو ساتھ لیا۔ دربار میں آئیں دیگر بی بیوں آپ کے سامنے پردہ تانا دختر نبیؐ نے پہلے گریہ کیا پھر یہ خطبہ پڑھا۔

ترجمہ

اللہ کے انعامات پر حمد ہے۔ اسکے الہامات پر شکر ہے۔ اسکی ابتد اور کامل تمام عمومی نعمات پر اسکی ثنا ہے۔

اسکی تمام ان نعمات پر حمد ہے جس کا شمار کسی کے بس میں نہیں۔ جس جزا کسی صورت میں ممکن نہیں؟ جن کا ادراک نا ممکن ہے۔

اتصال نعمات میں اضافہ کو شکر سے وابستہ کیا ہے۔ اعلیٰ مخلوق کو م

دینے پر حمد چاہی ہے- اور ان جیسی نعمات میں دوبارہ اضافہ فرمایا ہے-

میں اللہ کے واحد اور لاشریک معبود ہونے کی گواہی دیتی ہوں- ایسا کلمہ جس کی تاویل خلوص ہے اور دلوں کی وابستگی کی ضمانت موجود ہے-

اللہ نے فکر میں قندیل روشن کی آنکھوں سے اس کی رویت ناممکن ہے- زبانیں اس کی تعریف سے قاصر ہیں- وہم اس کی کیفیت سے عاجز ہے-

لاشی سے اس نے کائنات کا آغاز کیا ہے کسی پہلے سے موجود مثال کے بغیر اس نے ایجاد عالم کیا- اپنی قدرت سے تکوین کی اور اپنی مشیت سے ایجاد کی- وہ اس ایجاد میں ضرورت مند نہیں تھا- نہ ہی اسے عالم کی اس تصویر کشی میں کوئی فائدہ تھا- ہاں اس سب کچھ سے اس کی حکمت کاملہ کا ثبوت ہے-

اس کی اطاعت کی یاد دہانی ہے- اسکی قدرت کاملہ کا اظہار ہے- اس کی مخلوق کے لئے دعوت عبادت ہے- اسکی دعوت توحید کی عظمت ہے- پھر اس نے اپنی اطاعت پر ثواب کا وعدہ فرمایا ہے اور اپنی نافرمانی پر سزا کا حکم سنایا ہے- تاکہ بندگان خدا معصیت خدا سے بچے رہیں- تاکہ اس کی جنت میں رغبت زیادہ بڑھے-

میں گواہی دیتی ہوں کہ میرا باپ محمد عبداللہ اور رسول خدا ہے اسے اللہ نے بھیجنے سے پہلے مختار و مصطفیٰ بنایا تھا- مجتبیٰ بنانے سے قبل اللہ نے اس کا

نام تجویز کیا تھا بعثت سے قبل اللہ نے اسے مصطفی بنایا۔ یہ اس وقت کی بات ہے۔ جب کائنات عالم غیب میں پوشیدہ تھی۔ خیالوں کے رازوں میں محفوظ تھی اور پردہ عدم میں مخفی تھی۔ اللہ کو تمام ہو چکنے والے حالات کا علم تھا۔ زمانوں میں رونما ہونے والے تمام حادثات پر وہ محیط تھا۔

تمام امور کی حقیقت سے وہ آشنا ہے۔ اللہ نے انھیں اپنے احکام کی تکمیل کیلئے مبعوث فرمایا اپنے احکام کو نافذ کرنے کی خاطر بھیجا۔

اپنی قضاء قدر کو جاری کرنے کی خاطر بھیجا۔ آپؐ نے دیکھا کہ ہر قبیلہ نے ایک علیحدہ دین بنا رکھا ہے کچھ آتش پرستی میں مصروف ہیں۔ کچھ بت پرستی میں گھرے ہوئے ہیں۔ اللہ کی معرفت رکھنے کے باوجود منکرین خدا ہیں۔ ا نے میرے باپ محمدؐ کے ذریعے جہالت کی تاریکیوں کو روشن کیا۔ میرے باپ کے ذریعہ اللہ نے دلوں کی گرہ کشائی کی اللہ نے آنکھوں سے نابینائی کی پٹی اتاری چنانچہ وہ لوگوں میں علم ہدایت لیکر اٹھے اللہ نے انہیں گمراہی سے نجات دی۔

میرے باپ نے انھیں راہ حق کی ہدایت دی۔ میرے باپ نے انھیں صراط مستقیم کی طرف بلایا۔

پھر انہیں انتہائی نرمی سے۔ ان کے اپنے ایثار جان سے ان کی اپنی پسند اور مرضی سے اللہ نے واپس اپنے پاس بلالیا۔

چنانچہ اس وقت محمدؐ اس دار دنیا کی تکالیف سے آزاد ہو کر رب غفار کی رضا- ملک جبار کے پڑوس میں- ملائکہ ابرار کے حلقہ میں آرام سے ہیں اللہ میرے باپ- نبیؐ- اپنے حبیب اور امین وحی پر درود و سلام ان پر اللہ کا سلام اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں-

اے بندگان خدا ان کے بعد اب معاملہ تمھارے ہاتھ میں ہے- امر و نہی تمھارے پاس ہے تم اس کے دین اور وحی سے واقف ہو-

اب تم اپنے لئے اللہ کے امین اور دوسروں تک دین پہنچانے کے مبلغ ہو- اس حق کا ستون اعظم تمہارے درمیان موجود ہے-

اس نے تم سے پہلے عہد لے رکھا ہے ان کا کچھ بقیہ ہے- جو وہ تمہارے درمیان بطور خلیفہ چھوڑ گئے ہیں اللہ کی ناطق کتاب ہے- اللہ کا سچا قرآن ہے- جو بلند پرواز نور ہے- اور درخشندہ روشنی ہے- اس کی بصیرت غیر مبہم ہے- اس کے راز طشت ازبام ہیں- اس کے ظواہر واضح ہیں- اس کے شیعہ اس پر رشک کرتے ہیں- اپنے پیچھے چلنے والوں کے لئے رضائے رب کا قائد ہے- اس کا سن لینا بھی نجات ہے- اسی کے ذریعہ اللہ کی روشن حجتیں حاصل کی جا سکتی ہیں اس کی ہر عزیمت تفسیر شدہ ہے- اس کے حرام سے ڈرایا گیا ہے اس کے دلائل ہر دور پر محیط ہیں اس کی ہر دلیل کافی ہے-

اس کے فضائل بکھرے ہوئے ہیں اس کی رخصت بخشی گئی ہے اسکے

احکام لکھے ہوئے ہیں۔

اللہ نے ایمان کو شرک سے تطہیر کی خاطر فرض کیا ہے۔

نماز کو تکبر سے بچانے کی خاطر فرض کیا ہے۔

زکوۃ تزکیہ نفس اور وسعت رزق کے لئے فرض ہوئی ہے۔

اللہ نے روزہ خلوص پر ثابت قدمی کے لئے فرض کیا ہے۔

حج کو دین کی مضبوطی کے لئے فرض کیا ہے عدل کو دلوں کے میل دور کرنے کی خاطر واجب کیا ہے۔

اللہ نے ہماری اطاعت تنظیم امت کے لئے فرض کی ہے۔

اللہ نے ہماری امامت فرقہ پرستی سے تحفظ کی خاطر فرض کی ہے۔

اللہ نے جہاد کو عزت اسلام اور ذلت کفر کے لئے واجب کیا ہے۔

اللہ نے صبر اجر میں اضافہ کی خاطر واجب فرمایا ہے۔

اللہ نے امر و نہی کو عوامی مصالح کی خاطر واجب بتایا ہے۔

والدین سے حسن سلوک نار ضگی خالق کی ڈھال ہے۔

صلہ رحمی عمر میں اضافہ کے لیے واجب کی ہے۔

اللہ نے قصاص انسانی زندگی کے تحفظ کی خاطر فرض کیا ہے۔

منت وفاء کرنے کو اللہ کے بخشش کا ایک ذریعہ بنایا ہے۔

ناپ اور تول میں کمی سے اس لیے روکا ہے تاکہ کسی کو خسارہ نہ ہو۔

رجس سے تحفظ کی خاطر اللہ نے شراب خوری کو حرام کیا ہے۔

لعنت الہیہ سے بچنے کی خاطر تہمت زنا کی سزا مقرر کی ہے۔

پاکدامنی کو عام کرنے کی خاطر چوری سے منع کیا ہے۔

اپنی ربوبیت خالصہ کے تحفظ کی خاطر شرک کو حرام کیا ہے۔

لہذا اللہ سے اس طرح ڈرو جس طرح اس سے ڈرنے کا حق ہے اور مسلمان ہو کر ہی موت کو گلے لگانا۔

جس چیز کا اللہ نے حکم دیا ہے یا جس چیز سے اللہ نے روکا ہے اس میں ان کی اطاعت کرو۔ بندگان خدا میں سے علماء ہی خوف خدا رکھتے ہیں۔

لوگو! یقین رکھو میں فاطمہؑ ہوں اور میرا باپ محمدؐ ہے۔ ہزار مرتبہ میں یہ بات کہہ سکتی ہوں۔ میں جو کہہ رہی ہوں غلط نہیں کہہ رہی۔

میں جو کچھ کروں گی بیقاعدہ نہیں کروں گی۔ تمہارے مابین تمہارے لئے رسول آیا ہے۔ جو تم کہتے ہو اس کے لیئے بڑا شاق ہے۔

تمہارے معاملہ میں بڑے حریص تھے مومنین کے لیئے رؤف ورحیم تھے اگر تم اسکا احترام کرتے اور اسے پہچانتے ؟

تم میں سے وہ کس کی عورت ہے جو یہ کہہ سکے کہ محمدؐ میرا باپ ہے۔ علیؑ کا بھائی میرا چچازاد ہے تم سے کوئی نہیں۔ بہترین اور قابل فخر رشتہ ہے۔ انہوں نے بلا لومۃ لائم تبلیغ رسالت کی۔

وہ مشرکین کے عقائد سے متنفر تھے۔ انہوں نے، راہ خدا کی دانش مندی اور نصیحت سے دعوت دی وہ بتوں سے دور تھے۔ سروں کو اڑاتے تھے حتی کہ رات کی تاریکی صبح کے اجالے میں بدل گئی۔ اور حق خالص کھل کر سامنے آگیا۔ لیکن دین گویا ہوا۔ شیاطین کی بولتی بند ہو گئی۔

نفاق کے داعی دب گئے۔ کفر کی تمام گرہیں کھل گئی۔ کلمہ اخلاص چند سفید رو افراد کے لیئے ان کی زندگی بن گیا۔ اور وہ ہیں جن سے اللہ نے ہر قسم کا رجس دور رکھ کے ان کے کما حقہ ظاہر ہونے کا اعلان فرمایا۔ تم اس وقت جنہم کے کنارے پر تھے۔

اللہ نے تمہیں میرے باپ محمدؐ کے ذریعہ اس جنہم سے نجات دی۔ وہ وقت یاد ہے جب راستوں پر کھڑے ہو کر پیتے تھے اور انتہائی ذلت سے تمہیں روٹی کا ٹکڑا نصیب ہوتا تھا۔ تمہیں ہر وقت اردگرد لوگوں کے آجانے کا دھڑکا لگا رہتا تھا اللہ نے میرے باپ محمدؐ کے ذریعہ اس ذلت سے بہت قربانیوں کے بعد

تمھیں نجات دی- حالانکہ بہت سے لوگ عرب کے بھڑ کیے- اور اہل کتاب سے مرتد افراد نے ان کی راہ میں قدم قدم پر کانٹے بچھائے- جب بھی ان لوگوں نے آتش جنگ بھڑکائی اللہ نے اسے بجھادیا- جب کہیں شیطان نے سینگ نکالا یا جہاں کہیں مشرکین نے حادثہ رونما کرنے کی کوشش کی- میرے باپ نے اپنے بھائی کو ان شعلوں میں جھونک دیا- اسنے کبھی منہ نہ موڑا حتی کہ اس نے اپنی شجاعت سے فتنہ کو ختم کردیا اور اپنی تلوار سے جنگ کے شعلے بجھادیے اسکا نصب العین فقط ذات توحیدی ہوتی تھی اسکی کوشش فقط امر خدا کی کامرانی ہوتی تھی- ہر جگہ رسولؐ پر سایہ کی طرح قریب رہا-

ہمیشہ اولیائے خدا میں سردار رہا- ہمیشہ آمادہ جنگ رہا- ہمیشہ اسلام کی تبلیغ کرتا رہا ہمیشہ کوشش کرتا رہا ہے۔ ہمیشہ مصائب جھیلتا رہا- اور تم اس وقت خیام میں بیٹھ کر آرام سے مزے اڑاتے رہے تم کنارہ کش رہے-

غنیمت حاصل کرتے رہے امن سے بیٹھے رہے ہم پر مصائب ٹوٹنے کا انتظار کرتے رہے- آنے جانے والوں سے حالات جنگ پوچھتے رہے ہر جنگ میں یک سو رہے اور ہر شدت جنگ میں پیٹھ دکھاتے رہے-

جب اللہ نے اپنے نبیؐ کے لیئے دار الانبیاء کو منتخب کیا اس جگہ کو پسند کیا جو اس کے مصطفیٰ افراد کے لئے ہے- تمہارا پوشیدہ نفاق ظاہر ہو گیا- شک کی چادر تم پر چھاگئی۔۔ گمراہ کنندوں کا سربراہ بولنے لگا-

بھاگنے والوں کا سر چشمہ پھوٹ نکلا۔ باطل نوازوں کے منہ سے جھاگ بہنے لگی۔ وہ تمھارے درمیان گھس گیا۔

شیطان نے اس کے سر سے اپنے سینگ نکال لئے۔ اس نے تمہیں بلالیا اس نے دیکھا تم اس کی دعوت پر لبیک کہو گے۔

تم لغزش کو دیکھنے لگے۔ اس نے تمہیں اٹھنے کو کہا اس نے دیکھا کہ تم تو بڑے ہلکے تھے۔ اس نے تمہیں آمادہ کیا اور تمہیں اپنی ہاں میں ہاں ملانے والا دیکھا۔ تم نے اپنے اونٹ کو چھوڑ کر دوسرے پر علامت لگادی۔ تم نے اپنے گھاٹ کو چھوڑ دیا اور دوسرے سے پانی پینے لگے۔

مگر یاد رکھو وعدہ گاہ قریب ہے۔ یہ زخم بہت گہرا ہے۔ یہ زخم مندمل ہونے والا نہیں ہے۔ ابھی تک تو رسول کا جنازہ رکھا تھا۔ تم نے جلدی بازی کی۔ اور تمھارا یہ خیال تھا کہ فتنہ بھڑک اٹھے گا حالانکہ تم خود فتنہ میں کود چکے تھے۔

جہنم کفار پر غالب ہے۔ افسوس ہے تم پر۔ کیا کرو گے اور کہاں ڈگمگائے پھرو گے۔ کتاب خدا تمہارے سامنے ہے۔ اس کے معاملات واضح اور احکام روشن ہیں۔ اس کے دلائل لاجواب ہیں۔ قرآن کی جھڑکیاں واضح ہیں۔ قرآن کے معاملات غیر مبہم ہیں۔ تم نے قرآن کو بہت پیچھے پھینک دیا ہے۔

کیا یہ سب قرآن سے نفرت کا نتیجہ ہے۔ جس میں تمھیں غور کرنا تھا۔

اب کیا قرآن کے علاوہ کسی چیز سے فیصلہ کرو گے ظالمین کا انجام بہت برا ہو گا۔ جو بھی قرآن کے علاوہ کوئی اور دین چاہے گا اس سے قبول نہ کیا جائے گا۔ اور آخرت میں وہ خاسرین سے ہو گا۔

تم بہت کم دن ہی زندہ رہو گے۔ کیا یہ نفرت ختم ہو جائے گی۔ کیا اس نفرت کے قائد رہ جائیں گے۔ پھر تم اس کی چنگاریوں کو پھونکنے لگے ہو۔

تم اس آگ میں تیل ڈال رہے ہو۔ تم گمراہ کن شیطان کی پکار پر لبیک کہہ رہے ہو۔ تم دین جلی کے انوار کو بجھانے کی کوشش کر رہے ہو۔

نبی مصطفیٰؐ کی سنتوں کو مٹانے کے درپے ہو۔ جھاگ بنائے ہوئے گدلے پانی سے پی رہے ہو۔ تم اہل بیتؑ نبی کو سرخ جنگاور مصائب میں دھکیل رہے ہو لیکن ہم اس شخص کی مانند صبر کریں گے جس کا گوشت چھریوں سے کاٹا جا رہا ہو۔ اور نیزہ کی انی دل میں پیوست کی جا رہی ہو۔

آج تم یہ سمجھ بیٹھے ہو کہ ہماری وراثت ہی نہیں۔ کیا زمانہ جاہلیت کا فیصلہ کرنا چاہتے ہو۔

یقین رکھنے والوں کے لئے اللہ سے زیادہ بہتر ثالث کون ہو سکتا ہے۔ کیا تم اس حقیقت سے بے خبر ہو۔ نہیں نہیں آفتاب نصف النہار کی طرح حقیقت تمہارے سامنے روشن ہے۔

اے مسلمانو! تم جانتے ہو میں اس کی بیٹی ہوں۔

میں اس کی وراثت کی سب سے زیادہ حقدار ہوں۔ اے ابو قحافہ کے بیٹے کیا قرآن میں کہیں یہ بات ہے کہ تو اپنے باپ کی میراث لے اور میرا اپنے باپ کی میراث میں کوئی حصہ نہ ہو۔ تو نے اللہ اور اس کے رسول پر بہت بڑا اتہام باندھا ہے۔

کیا عمداً تم نے کتاب خدا کو چھوڑ دیا ہے اور اسے اپنی پشت پیچھے پھینک دیا ہے جب قرآن کہتا ہے۔

قرآن جناب یحییٰؑ اور جناب زکریاؑ کے واقعہ میں دعائے زکریاؑ کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتا ہے

اے اللہ مجھے اپنی طرف ایک ولی عنایت فرما۔ جو میرا اور آل یعقوبؑ کا وارث ہو۔ پھر قرآن کہتا ہے کتاب خدا میں اقرباء بعض زیادہ مقدار وارث ہو۔ یہ بھی قرآن ہی فرماتا ہے۔

اللہ تمہیں اولاد کے سلسلہ میں وصیت کرتا ہے کہ بیٹے کو دو بہنوں کے برابر حصہ دو۔ یہ بھی اللہ نے فرمایا ہے۔ اگر متوفی ترکہ چھوڑ جائے تو والدین اور اقربین کے ساتھ نیک وصیت پر عمل کرنا بھی متقین کا فریضہ ہے۔

تم نے یہ فرض کر لیا ہے کہ میرا کوئی حصہ نہیں ہے۔ میں اپنے باپ کی

وارث ہی نہیں-میرا باپ سے کوئی رشتہ نہیں-

کیا قرآن میں تمھارے لئے کوئی مخصوص آیت موجود ہے جس میں میرے باپ کو اس حکم سے باز رکھا گیا ہو-یا کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ دو مختلف مذہب رکھنے والے ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوتے؟

کیا تمھارے خیال میں میں اور میرا باپ ایک مذہب پر نہ تھے-یا کیا تم میرے باپ اور چچازاد کی نسبت احکام قرآن کے زیادہ عالم ہو-

آج دیکھ لے تیرے سامنے اپنے باپ کی میراث سے محروم عنقریب ہو کر جانے والی بنت نبی جو کل یوم حشر تیرا دامن پکڑے گی-

میرا بہترین ثالث اللہ ہے-وکیل محمدؐ ہے اور باطل پرست دربار قیامت کے دن گھاٹے میں رہیں گے-

اس دن تم پشیمان ہو گے لیکن یہ پشیمانی تمھیں کوئی فائدہ نہ دے گی-ہر آغاز کا انجام ہوتا ہے اور عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا-

کہ کس پہ رسواکن اور نہ ختم ہونے والا دائمی عذاب آتا ہے؟اس کے بعد دختر نبیؐ نے انصار کو مخاطب کر کے فرمایا-اے نقیبوں کا گروہ اے ملت کے ارکان-اے اسلام کے محافظو میرے حق میں یہ کیسی دھاندلی ہے؟

میری جائیداد کے سلسلہ میں یہ کیسی ایجاد ہے؟کیا میرا نبی باپ نہیں

فرماتا تھا کہ انسان کا تحفظ اس کی اولاد میں ہے کتنا جلدی تم نے دین بدل دیا ہے۔ کتنا جلدی تم بدل گئے ہو۔ جو کچھ میرا حق ہے تم میں لینے کی طاقت ہے جو میرا مطالبہ ہے اسے وصول کرنے کی تم میں طاقت ہے۔

وفات رسولؐ پر تو تم کہتے تھے۔ وفات محمدؐ بہت بڑا رخنہ ہے۔

اس کی غیبت سے زمین تاریک ہو گئی ہے آفتاب و ماہتاب گہن زدہ ہو گئے ہیں اس کی مصیبت میں ستارے ٹوٹ رہے ہیں۔ پہاڑ گریہ کناں ہیں۔ ناموس پامال ہو گئی ہے۔ آپؐ کی وفات سے عزت کا جنازہ نکل گیا ہے۔ لیکن خدا یہ اس سے بڑی مصیبت ہے۔

بہت بڑا حادثہ ہے۔ اس جیسی مصیبت کبھی نہیں آئے گی۔ اتنی جلدی کوئی ء جان لیوا حادثہ نہیں ہو گا کتاب خدا تمہارے گھروں میں اعلان کر رہی ہے۔

تمہاری صبح و شام اعلان ہو رہا ہے منادی ندا کر رہا ہے تلاوت قرآن کرنے والا بتا رہا ہے (کہ حق سنت رسول کا ہے)

ہاں اس سے قبل بھی انبیاء و رسل الٰہیہ کے سلسلہ میں واضح فیصلے اور حتمی قضا موجود ہے۔ محمدؐ رسول خدا ہی تو ہے۔ اگر محمدؐ وفات پا گیا یا شہید کر دیا گیا تو تم اپنے سابقہ قدموں پر پھر جاؤ گے لیکن یاد رکھو جو اپنے سابقہ قدموں پر پھرا وہ اللہ کو ذرہ بھر بھی نقصان نہیں دے سکے گا۔

٭٭٭

اور اللہ شکر گزاروں کو جزائے خیر ہی دے گا اے قبلہ والو آنکھیں کھولو میرے بابا کی میراث لٹ رہی ہے تم دیکھ رہے ہو- سن رہے ہو- اور تم سب جمع ہو- تمہیں دعوت دی جا رہی ہے-

لیکن تم خرت میں ہو- تم خاندان والے ہو- تم مالدار ہو- تم بات کر سکتے ہو اور طاقت رکھتے ہو- تمہارے پاس ہتھیار بھی ہیں اور ڈھال بھی ہے-

تمہیں دعوت دی جا رہی ہے اور تم کوئی جواب نہیں دیتے- تمہیں فریاد کی جا رہی ہے اور تم فریادرسی نہیں کرتے-

حالانکہ تمہاری فریادرسی مصروف ہے تم خیر و صلاح میں مشہور ہو- ہم اہلبیتؑ کی وہ نجات اور وہ مجتنبی ہو نا جو اللہ نے ہمیں عطا کیا ہے- اسکے لئے تم پورے عرب سے لڑے- تم نے مصائب اور مشکلات برداشت کیں- تم نے مصائب اور مشکلات برداشت کیں- تم نے قبیلوں کو شکست دی تم نے اس کا دفاع کیا ہے جب اسلام کی چکی ہمارے حق میں چلی- زمانہ کا دودھ تمہارے سامنے یہاں شرک کی بنیادیں ڈھے گئیں-

اتہامات کے طوفان تھم گئے- کفر کی آگ بجھ گئی- مصائب اور تنگی کے دن گذر گئے- سلسلہ دین مضبوط ہو گیا-

سامنے آنے کے بعد تم کہاں چلے گئے؟ ظاہر ہونے کے بعد کہاں

چھپ گئے آگے بڑھنے کے بعد کیوں پیچھے ہٹ گئے ؟

ایمان کے بعد کیوں مبتلائے شرک ہو گئے بد نصیب ہے وہ قوم جو اپنی قسم توڑ دے اور رسولؐ کی شہر بدری کا ارادہ کرلیں حالانکہ ابتداء انہی نے کی تھی۔

کیا ان سے ڈرتے ہو حالانکہ اللہ سے ڈرنا چاہیے۔ بشرطیکہ تم مومن ہو۔

میں دیکھ رہی ہوں کہ تم ہمیشہ کی ذلت پر راضی ہو چکے ہو۔

جو قرب کا زیادہ حقدار تھا اسے تم نے دور کر دیا ہے اگر تم اور روئے زمین کے تمام باسی بھی کافر ہو جائیں تو بھی اللہ بے نیاز اور محمود ہے۔

جو کچھ میں نے کہا ہے۔ یہ جانتے ہوئے کہا ہے کہ تم اس ذلت کے سامنے جھک چکے ہو جو تم پر مسلط کر دی گئی ہے تمھیں اس دھوکے کا احساس ہو چکا ہے جس سے تمھارے دل خوب آشنا ہیں یہ صرف میرے دل کا غبار تھا۔ دل کے پھپھولے تھے اور اتمام حجت تھا۔ اس کی لعنت ہمیشہ تک تمھارے ساتھ رہے گی غضب خدا سے موصوف رہے گی۔

دائمی رسوائی ہو گئی۔ اللہ کی دلوں پر چھا جانے والی آگ سے متصل رہے گی جو کچھ تم نے کیا ہے نگاہ قدرت کے سامنے ہے عنقریب ظالم جان لیں گے کہ کس انجام سے دوچار ہوئے ہیں۔ میں تمھارے نزیر کی بیٹی ہوں۔ تمھیں اب بھی عذاب شدید سے ڈراتی ہوں۔ تم اپنے کام کرتے رہو ہم اپنے کام کریں گے۔

تم بھی انتظار کرو ہم بھی انتظار کرتے ہیں۔

(الدمعۃ الساکبہ جلد اول صفحہ 147 تا 160)

☆ ﴿مسلمانوں نے کیا خوب اجر رسالت دیا جس بیٹی کے متعلق حضورؐ نے فرمایا فاطمہؑ میرا حصہ ہے جس نے اسے اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے اللہ کو اذیت دی۔ وہ دربار خلافت سے اپنا حق حاصل نہ کر سکی اور خالی لوٹ آئی﴾

سرور کائنات کا جنازہ

خدا نے اپنی مخلوق کی ہدایت اور دین کی تبلیغ کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء و رسل بھیجے۔ جو مختلف ادوار میں خدا کے بتائے ہوئے احکامات لوگوں تک پہنچاتے رہے۔ یہاں پر ہم چند پیغمبروں کی نماز جنازہ اور تجہیز و تکفین کے مختصر واقعات تحریر کر رہے ہیں۔

1- حضرت آدم علیہ السلام

حضرت آدمؑ کی وفات کے بعد حضرت حواؑ خصوصیت سے محو گریہ تھیں اور چالیس ہزار اولاد رو رہی تھی۔ آپؑ کی وفات کے بعد جناب جبرائیل کے بتائے ہوئے اصول پر حضرت شیثؑ نے غسل و کفن کا انتظام کیا۔ ہدوائے خود جبرائیل

اور دیگر فرشتوں نے غسل دیا اور جناب شیث نے نماز جنازہ پڑھائی۔ ایک روایت میں ہے کہ جناب شیث نے حضرت جبرائیل سے کہا کہ نماز جنازہ آپ پڑھائیں۔ حضرت جبرائیل نے فرمایا کہ تم ان کے جانشین اور خلیفہ ہو یہ حق تمہارے لئے مخصوص ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت آدمؑ کو بیری۔ کافور اور خالص پانی سے تین غسل دے تھے۔ حضرت آدمؑ نے جناب شیثؑ سے اپنی وفات سے قبل فرمایا تھا کہ جب میں جنت سے زمین پر آیا تھا تو خدا نے بیری اور خرمے کے درخت میری مونست اور دل بستگی کیلئے بھیج دیے تھے میں ان سے زندگی میں سکون حاصل کرتا رہا۔ لہذا میرے مرنے کے بعد ان درختوں میں سے کسی ایک کی دو شاخیں میرے کفن میں رکھ دینا۔

(تاریخ اسلام صفحہ 117 تا 118)

2: حضرت ابراہیمؑ :-

حضرت ابراہیمؑ نے بارگاہ خداوندی میں جناب سارا کی استدعا پر درخواست کی تھی کہ اس وقت تک مجھے موت نہ آئے جب تک میں خود خواہش نہ کروں اور خداوند عالم نے اس درخواست کو منظور فرمالیا تھا ۔ بروایت طبری خداوند عالم نے اس وقت جب ایام حیات ختم ہو رہے تھے ملک الموت کو حضرت ابراہیمؑ کے پاس بھیجا اور یہ فرمایا کہ اگر وہ مرنے کی فرمائش کریں تو روح قبض کر لو۔

ملک الموت ایک نہایت ضعیف مرد کی صورت میں سر راہ ظاہر ہوئے ۔حضرت ابراہیمؑ جو مہمانوں کے عاشق تھے بروایت ثعلبی فوراً ایک گدھا لیکر اس مرد ضعیف کو اپنی قیام گاہ پر لے آئے اور کھانے کے وقت اس کے سامنے کھانا رکھا اور خود بھی بیٹھ کر کھانے لگے اس مرد ضعیف کے بدن میں شدید قسم کا ارتعاش اور لرزہ تھا وہ کھانا کھانے سے مجبور معذور تھا۔ وہ جب لقمہ اٹھاتا تو سیدھا منہ نہ لے جاسکتا تھا اور سخت عاجز اور پریشان تھا حضرت ابراہیمؑ نے پوچھا کہ اے شیخ تیری یہ حالت کیوں ہے اور اس کا سبب کیا ہے

اس نے جواب دیا کہ یہ جو دیکھ رہے ہو بڑھاپے کی وجہ سے ہے یہ سن کر حضرت ابراہیمؑ نے بروایت روضتہ الغفاربارگاہ خداوند عالم میں عرض کیا۔ مالک میں زندگی کے اس نتیجے سے سخت بیزار ہوں۔ اور خوشی چاہتا ہوں کہ روح قبض کرلی جائے یہ سنتے ہی ملک الموت نے آپ کی روح مبارک قبض کرلی۔

(تاریخ اسلام صفحہ 244تا245)

تاریخ طبری جلد 1 صفحہ 87 اور عرائس صفحہ 58 میں ہے کہ حضرت اسحاقؑ نے نماز جنازہ پڑھائی اور مقام جرون میں قبر جناب سارہؑ کے قریب کردیا

۔حضرت شیثؑ :۔

سید ابن طاوس نے ذکر کیا ہے کہ میں نے صحیفہ ادریسؑ میں دیکھا ہے کہ

خدا نے شیثؑ پر پچاس صحیفے نازل کیے جن میں خدا کے وجود کے دلائل: فرائض احکام اور سنن و شرائع اور حدود الٰہی مرقوم تھے۔ حضرت شیثؑ مکہ میں رہتے تھے اور ان صحیفوں کو اولاد آدم کو سنایا کرتے تھے۔ اور ان کو تعلیم فرماتے۔ خدا کی عبادت کرتے اور کعبہ کو آباد رکھتے تھے۔ حج و عمرہ بجالاتے تھے یہاں تک کہ ان کی عمر نو سو بارہ سال ہوئی جب وہ بیمار ہوئے تو اپنے فرزند انوش کو اپنا وصی بنایا اور ان کو تقویٰ و پرہیزگاری اور خدا سے ڈرتے رہنے کی تاکید فرمائی ان کی رحلت ہوئی تو جیسا کہ الیعقوبی اور طبری و ناسخ التواریخ میں ہے حضرت شیثؑ کی وفات کے بعد انوش نے غسل و کفن سے فراغت حاصل کی اور نماز پڑھ کر ان کی میت حضرت آدمؑ کے پہلو میں دفن کر دی۔

(تاریخ اسلام صفحہ 123 حیات القلوب صفحہ 147)

سرور کائناتؐ :۔

امام باقرؑ نے فرمایا جب رسولؐ خدا کی روح قبض ہوئی تو ملائکہ مہاجرین اور انصار نے جوق در جوق آنحضرتؐ پر نماز پڑھی (اصول کافی جلد سوم صفحہ 27) شیخ طوسی نے بسند معتبر روایت کی ہے کہ جب جناب رسولؐ خدا نے دنیا سے مفارقت کی حضرتؐ کے سامنے پردہ ڈال دیا گیا۔ اور امیر المومنینؑ پردہ کے سامنے بیٹھے تھے اور اندوہ و ملال کے سبب اپنے ہاتھوں کو اپنے چہرہ کے نیچے رکھے

ہوئے تھے۔جب ہوا چلتی تھی تو وہ پردہ آنحضرتؐ کے چہرہ مبارک سے مس ہو جاتا۔محاسبہ سے آنحضرت کا دروازہ رکا ہوا تھا اور مسجد بھری ہوئی تھی اور وہ نالہ و فریاد کر رہے تھے اور آنسو بہا رہے تھے اور خاک اپنے سروں پر اڑا رہے تھے۔ناگاہ حضرتؐ کے مکان سے ایک آواز بلند ہوئی کہ تمہارا پیغمبر طاہر و مطہر تھا اس کو غسل مت دو اور دفن کر دو۔لیکن اس کے کہنے والا نظر نہیں آتا تھا۔جناب امیر المومنینؑ نے اسکی آواز سنی تو سمجھ گئے کہ وہ شیطان ہے۔آپؑ نے لوگوں کے فتنہ میں پڑنے سے خوف زدہ ہو کر سر زانو سے اٹھایا اور فرمایا کہ اے دشمن خدا دور ہو کہ آنحضرتؐ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں ان کو غسل دوں۔کفن پہناؤں تب دفن کروں اور یہ سنت قیامت تک کیلئے تمام لوگوں کے واسطے جاری ہے (حیات القلوب جلد 2 صفحہ 1020) ابن بابویہ نے روایت کی ہے کہ عبداللہ ابن مسعود نے بیان کیا کہ میں نے جناب رسولؐ خدا سے پوچھا کہ جب آپؐ کی رحلت ہو گئی تو آپؐ کو غسل کون دے گا؟ فرمایا ہر پیغمبر کو اس کا وصی غسل دیا کرتا ہے۔میں نے پوچھا آپ کا وصی کون ہے۔آپؐ نے فرمایا علیؑ ابن ابی طالبؑ (حیات القلوب جلد 2 صفحہ 1011) اکثر صحابہ رسولؐ خدا کی لاش مطہر چھوڑ کر ہنگامہ خلافت میں جا شریک ہوئے اور حضرت علیؑ نے غسل و کفن کا بندوبست کیا۔علیؑ غسل دینے میں۔فضل ابن اعباس حضرت کا پیراہن اونچا کرنے میں۔عباس اور قثم کروٹ بدلوانے میں اسامہ و شقران پانی ڈالنے میں مصروف ہو گئے اور انہی چھ آدمیوں نے نماز جنازہ پڑھی اور اسی حجرے میں آپ کا جسم اطہر دفن کر دیا

گیا۔

(کنز العمال جلد 3 صفحہ 140۔ارجح المطالب صفحہ 670 المرتضیٰ صفحہ 39 فتح الباری جلد 6 صفحہ 4)

امالی صدوق میں ابن عباس سے مروی ہے کہ جناب عمار نے نبیؐ کونین سے سوال کیا۔ قبلہ آپکو غسل کون دیگا؟

آپ نے فرمایا: علی ابن ابی طالب

عمار نے عرض کیا آپ پر نماز جنازہ کون پڑھے گا۔

آپؐ نے فرمایا :۔اللہ۔ملائکہ۔اور میرے اہل بیتؑ کے علاوہ جس کے نصیب میں ہو گا

(الامعتہ الساکبہ جلد اول صفحہ 92)

فقہ الرضا میں مذکور ہے کہ جب امیر المومنینؑ جناب رسولؐ خدا کے غسل سے فارغ ہوئے اپنی زبان مبارک سے آنحضرتؐ کی آنکھوں کے حلقوں میں جو پانی تھا صاف کیا اور کہا میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں یا رسول اللہ آپ اپنی حیات میں بھی پاک وپاکیزہ تھے اور وفات کے بعد بھی۔

(حیات القلوب جلد 2 صفحہ 1024

☆ ﴿جو افراد حضورؐ کے غسل و کفن اور نماز جنازہ میں شریک ہوئے انہوں نے اجر رسالت ادا کیا-اور جو افراد حضور کو چھوڑ کر سقیفہ بنی ساعدہ چلے گئے انہیں حضورؐ کی وفات سے زیادہ خلافت کی فکر تھی-اور وہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضورؐ کی نماز جنازہ پڑھنا ضروری نہیں تھا انہوں نے شیطان کی پیروی کی-کیا یہ اجر رسالت ہے کہ حضرت آدمؑ سے لے کر تمام انبیاء اور تمام نبیوں کا سردار ہے اس کی نماز جنازہ جائز نہیں-پس یہ صرف رسولؐ اور آل رسولؐ کو اذیت دینے کا ایک بہانہ ہے-﴾

علیؑ اور خلافت

سرور کائنات نے حکم خدا غدیر خم کے مقام پر علیؑ کی خلافت کا اعلان فرمایا تھا-کہ جس کا میں مولا ہوں میرے بعد علیؑ اس کا مولا ہے-اور ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ نے اس اعلان پر لبیک کہی تھی علیؑ کی بیعت کا سلسلہ دنوں تک جاری رہا تھا اور صحابہ نے مبارک بادیں پیش کی تھیں-لیکن افسوس کہ سرورؐ دو عالم کی وفات کی بعد سب مکر گئے-اور چند افراد اپنے اقرار پر قائم رہے-اور خلافت دوسروں کے سپرد ہو گئی-جب ہر نبی اور رسول کی وفات کے بعد اسی کا بنایا ہوا اس کا وصی جانشین اور خلیفہ مقرر ہوتا تھا تو محمدؐ کے ساتھ یہ دھاندلی کیسی کہ اس کا بنایا ہوا خلیفہ جو اس نے حکم خدا بنایا اور سب نے اقرار کیا تو وہ بعد وفات نبی خلیفہ نہ بنایا گیا بلکہ گوشہ نشینی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو گیا اور صبر اختیار کیا-

جیسا کہ خدا اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے۔

وو اعدنا موسی ثلثین لیلة واتممنافا بعشرفتم میقات ربه اربعین لیلة وقال موسی لاخیه لهرونااخلفبنی فی قومی واصلح ولا تتبع سبیلاالمفسدین

ترجمہ :- اور ہم نے وعدہ کیا موسیٰ سے تیس راتوں کا اور ان کو تمام کیا ساتھ دس کے تو پورا ہوا وعدہ اس کے رب کا چالیس راتیں اور کہا موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون کو کہ تو میرا خلیفہ بن میری قوم میں اور اصلاح کر اور نہ پیچھے چل فسادیوں کے راستہ پر۔

وضاحت : مسند احمد حنبل۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں مروی ہے کہ جناب رسالت مآبؐ نے علیؑ کو فرمایا کہ کیا تیرے لئے کافی نہیں کہ تیرے لئے کافی نہیں کہ تیری مجھ سے وہ نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی فرق صرف یہ ہے کہ ہارونؑ موسیٰؑ کا خلیفہ تھا اور نبی بھی تھا۔ لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں (یعنی صرف میرا خلیفہ ہے)۔

(تفسیر انوار النجف جلد 2 صفحہ 168)

وورث سلیمان دائود و قال یا ایهاالناس علمنا منطق اطهیر و اوتینا من کل شی ان هذا لهوا الفضل المبین o

{پ 19 سورہ نمل آیت 6}

ترجمہ:- اور وارث ہوا سلیمان داؤد کا اور کہا اے لوگوں ہمیں سکھائی گئی بولی پرندوں کی اور عطا کیا گیا ہمیں ہر اس چیز میں سے ﴿حصہ﴾ تحقیق یہ البتہ فضل ظاہر ہے-

وضاحت:- اس آیت سے واضح ہے کہ ہر نبی کا وصی وارث اور جانشین وہ ہوتا ہے جسکا وہ اعلان کرے اور جو وارث ہونے کے اہل ہو-

یبنی اسرائیل اذکرو نعمتی التی انعمت علیك و اوفو بعھدی اوف بعھد کم و ایای فارھبونo

﴿پ1 سورہ البقرہ آیت 40﴾

ترجمہ:- اے اولاد یعقوب یاد کرو میری اس نعمت کو جو انعام کیا میں نے تمہارے اوپر اور تم پورا کرو میرے عہد کو میں پورا کروں گا تمھارے عہد کو اور صرف مجھ سے ڈرو-

تفسیر:- تفسیر برہان میں اسی آیت کے ذیل میں ابن بابویہ سے بسند متصل ابن عباس سے مروی ہے کہ جناب رسالت مابؐ نے جب یہ آیت اتری تو فرمایا کہ جب حضرت آدمؑ دنیا سے رخصت ہوئے تو اپنے فرزند حضرت شیث کیساتھ وفا کرنے کا اپنی امت یعنی باقی اولاد سے عہد لیا- لیکن اس عہد کی وفا نہ کی

گی اور جب حضرت نوحؑ دنیا سے گئے تو انہوں نے اپنے فرزند سام کے لئے اپنی امت سے وفا کا عہد لیا- لیکن ان کی امت نے وفا نہ کی اور حضرت ابراہیمؑ نے دنیا سے جاتے ہوئے اپنے فرزند اسماعیلؑ کے لئے اپنی قوم سے وفا کا عہد لیا- لیکن امت نے پورا نہ کیا اور حضرت موسیٰؑ نے جب دنیا سے رحلت فرمائی تو اپنی قوم سے اپنے وصی یوشع کے ساتھ وفاداری کا عہد لیا- لیکن انہوں نے پورا نہ کیا اور جب عیسیٰ بن مریمؑ آسمان پر تشریف لے گئے تو انہوں نے اس سے پہلے اپنی قوم سے اپنے وصی شمعون کے ساتھ وفا کرنے کا عہد لیا لیکن امت نے وفا نہ کی- اب میں بھی عنقریب تم سے جدا ہونے والا ہوں اور تمہارے درمیان سے رخصت ہونے والا ہوں اور میں نے بھی اپنی امت سے علیؑ بن ابی طالبؑ کے لئے عہد لیا ہے- لیکن یہ بھی گذشتہ امتوں کے نقش قدم پر چل کر میرے وصی کی مخالفت وبے وفائی کریں گے-

آگاہ رہو- علی کے بارے میں میں اپنے عہد کو تازہ کرتا ہوں پس جو شخص اس عہد کو توڑے گا اس کا وبال اس کے سر پر ہوگا اور جو وفا کرے گا خدا اسکو اجر عظیم عطا کرے گا- اے لوگو علیؑ میرے بعد تمہارا امام ہے- اور تمہارے اوپر میرا خلیفہ ہے اور یہی میرا وصی ہے اور وزیر بھی ہے میرا بھائی بھی ہے اور میرا ناصر بھی ہے- میری شہزادی کا شوہر بھی ہے اور میری اولاد کا باپ بھی ہے - میری شفاعت حوض اور لواء کا مالک بھی ہے - جس نے اس کا انکار کیا اس نے

میری نبوت کا انکار کیا اور جس نے میرا انکار کیا اس نے اللہ کا انکار کیا اور جس نے اس کی امامت کا اقرار کیا اس نے میری نبوت کا اقرار کیا اور جس نے میری نبوت کا اقرار کیا اس نے اللہ کی توحید کا اقرار کیا۔ اے لوگو جس نے علیؑ کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی اور جسنے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔ علی سید لوصیین ہے نوریوں کا سردار ہے اور مومنوں کا مولا ہے۔ اس کا ولی میرا ولی اور میرا ولی اللہ کا ولی ہے اس کا دشمن میرا دشمن اور میرا دشمن اللہ کا دشمن ہے پس علیؑ کے بارے میں اللہ کے عہد کی وفا کرو۔ وہ قیامت کے دن تمہارے ساتھ جنت کے عہد کی وفا کرے گا۔

آیت ولایت:۔

انما ولیکم الله و رسوله والذین امنو الذین یقیمون الصلوه یوتون الزکوه و هم راکعون ٥

﴿پ6 سورہ مائدہ آیت 55﴾.

ترجمہ:۔ صرف تمہارا ولی اللہ ہے اور اسکا رسولؐ اور وہ ایمان لانے والے جو قائم کرتے ہیں نماز کو اور ادا کرتے ہیں زکوۃ در حالیکہ وہ رکوع میں ہوتے ہیں۔

تفسیر:- تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن عباس چاہ زمزم کے کنارے بیٹھ کر لوگوں کو احادیث نبویہ سنا رہے تھے- اتنے میں ایک شخص عمامہ پوش وارد ہوا اور بیٹھ گیا پس جب ابن عباس کوئی حدیث بیان کرتا تھا تو مقابل میں ایک حدیث وہ بھی سنا دیتا تھا تو آخر کار ابن عباس نے اس کو خدا کا واسطہ دے کر پوچھا کہ تو کون ہے ؟

تو اس نے منہ سے نقاب اٹھایا اور کہا اے لوگو جو مجھے پہچانتا ہے تو ٹھیک اور جو نہیں پہچانتا اسے میں بتاتا ہوں کہ میں جندب بن جنادہ بدری ابو ذر غفاری ہوں- میں نے اپنے دونوں کانوں سے سنا ہے اگر نہ سنا ہو تو بہرے ہو جائیں اور ان دونوں آنکھوں سے دیکھا ہے اگر نہ دیکھا ہو تو اندھی ہو جائیں کہ حضورؐ رسالت مآب نے فرمایا:

علیؑ نیکوں کا قائد اور کافروں کا قاتل ہے اس کا ناصر منصور ہو گا اس کا خاذل مخذول ہو گا ایک دن نماز ظہر میں نے جناب رسالت مآبؐ کی اقتدا میں پڑھی تو مسجد میں ایک سائل نے آکر صدا دی- لیکن کسی نے اس کو کچھ نہ دیا- پس سائل نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر عرض کی کہ اے اللہ تو گواہ رہ کہ مسجد نبوی میں میں نے سوال کیا تھا- لیکن واپس خالی جا رہا ہوں- اس وقت حضرت علیؑ حالت رکوع میں تھے- پس دائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے اشارہ کیا جس میں انگوٹھی تھی تو سائل نے آکر انگوٹھی اتار لی- اور یہ واقعہ حضرت رسالت مآبؐ

کی موجودگی کا ہے۔ جب حضورؐ نماز سے فارغ ہوئے تو آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی۔

اے اللہ میرے بھائی موسیٰؑ نے تجھ سے دعا کی تھی کہ اے رب میرا سینہ کھول میرا معاملہ آسان کر کہ میری زبان کی گرہ دور فرما تا کہ میری بات کو سمجھیں۔ اور میرے لئے میرے اہل سے میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر مقرر کر اور اس کو میرا شریک کار بنا تو نے قرآن میں صاف خبر دی ہے کہ اس کی دعا مستجاب ہوئی اور تو نے ارشاد فرمایا۔

کہ اے موسیٰؑ ہم تیرا بازو تیرے بھائی کی وجہ سے مضبوط کریں گے اور تمھیں غلبہ عطا کریں گے کہ وہ تم تک نہ پہنچ سکیں۔

اور میں محمدؐ تیرا نبی اور برگزیدہ ہوں اے اللہ پس کھول میرا سینہ اور آسان کر میرا معاملہ اور بنا میرے لئے میری اہل سے علیؑ کو میرا وزیر اور اس کی بدولت میری پشت کو مضبوط کر۔

ابوذر کہتا ہے ابھی تک خدا کی قسم دعا تمام نہیں ہوئی تھی کہ اللہ کی جانب سے جبرائیلؑ نازل ہوا۔ اور عرض کی پڑھو انما ولیکم اللہ و رسولہ والذین الخ۔

اسی روایت کو رازی نے تفسیر کبیر میں بھی عبداللہ بن سلام سے

روایت کی ہے اور ابوذر کی گزشتہ بیان کردہ روایت کو باختلاف الفاظ ذکر کیا ہے اس کے بعد کہتے ہیں کہ شیعہ اس آیت سے حضرت علیؑ کی امامت کو ثابت کرتے ہیں-کیونکہ اس آیت میں ولی کے معنی حاکم ہے اور مصداق اس کا حضرت علیؑ ہے-

(انوار النجف جلد 5 صفحہ 129 تا 130)

آیت ولایت حضرت علیؑ کی خلافت پر واضح دلیل ہے

☆ ﴿جو افراد حضرت علیؑ کو بعد نبی کونینؐ خلیفہ بلا فصل مانتے ہیں وہ تا قیامت اجر رسالت ادا کرنے والوں میں شامل رہیں گے اور جنہوں نے اقرار کر کے بے وفائی کی اور بیعت کر کے مکر گئے-اور خلافت کو نااہل افراد کے سپرد کر دیا اور رسول کو اذیت دی خدا کے بنائے ہوئے خلیفہ کو نہ مانا وہ اجر رسالت کیسے ادا کر سکتے ہیں-﴾

شہزادہ امن امام حسنؑ اور ان کے ساتھ امت کا سلوک

علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں

ترجمہ:- کہا گیا ہے کہ امام حسنؑ نے حکومت معاویہ کو اس لئے سپرد کی ہے کہ جب معاویہ نے خلافت حوالہ کرنے کے متعلق آپؑ کو خط لکھا-اس وقت

آپؑ خطبہ اور خدا کی حمد وثنا کے بعد فرمایا کہ دیکھو ہم کو شام والوں سے اس لئے نہیں دبنا پڑ رہا ہے (کہ اپنی حقیقت میں) ہم کو کوئی شک یا ندامت ہے۔ بات تو فقط یہ ہے کہ ہم اہل شام سے سلامت اور صبر کے ساتھ لڑ رہے تھے مگر اب سلامت میں عداوت اور صبر میں فریاد مخلوط کر دی گئی ہے جب تم لوگ صفین کو جا رہے تھے اس وقت تمہارا دین تمہاری دنیا پر مقدم تھا۔ لیکن اب تم ایسے ہو گئے ہو کہ آج تمہاری دنیا تمہارے دونوں طرف دو قسم کے مقتول ہیں ایک صفین کے مقتول جن پر رو رہے ہو دوسرے نہروان کے مقتول جن کے خون کا بدلہ چاہ رہے ہو خلاصہ یہ کہ جو باقی ہے وہ ساتھ چھوڑنے والا ہے اور جو رو رہا ہے وہ تو بدلہ لینا ہی چاہتا ہے۔ خوب سمجھ لو کہ معاویہ نے ہم کو جس امر کی دعوت دی ہے۔ نہ اس میں عزت ہے اور نہ انصاف۔ لہذا اگر تم لوگ موت پر آمادہ ہو تو ہم اس کی دعوت کو رد کر دیں۔ اور ہمارا اور اس کا فیصلہ خدا کے نزدیک بھی تلوار کی باڑھ سے ہو جائے اور اگر تم زندگی چاہتے ہو تو جو اس نے لکھا ہے مان لیا جائے اور جو تمہاری مرضی ہے ویسا ہو جائے یہ سننا تھا کہ ہر طرف سے لوگوں نے چلانا شروع کر دیا صلح۔ صلح۔

(تاریخ کامل جلد 3 صفحہ 162)

صلح نامے کے شرائط

مذکورہ بالا وجوہات کی بنا پر امام حسنؑ کو معاویہ کی بات ماننا پڑی آپؑ نے صلح نامے میں مندرجہ ذیل شرائط رکھے۔

﴿1﴾: حضرت امیر المومنینؑ پر سب و شتم کو ترک کر دیا جائے گا۔

﴿2﴾: حضرت علی امیر المومنینؑ کے شیعوں کو امان دی جائے گی (ارشاد مفید)

﴿3﴾: کتاب خدا اور سنت رسولؐ پر عمل کرے گا۔

﴿4﴾: اس کے بعد امیر کا انتخاب شوری سے ہوگا۔

﴿5﴾: وہ صاحب حق تک اس کا حق پہنچائے گا۔

معاویہ نے یہ تمام شرطیں قبول کر لیں اور حلف کے ساتھ اس امر کا وعدہ کیا کہ وہ ان شرائط کو پورا کرے گا۔

الغرض جب جنگ بندی اور صلح نامے کی ساری کاروائی مکمل ہو چکی تو معاویہ وہاں سے روانہ ہوا۔ اور نخیلہ پر آکر ٹھہرا۔ جمعے کا دن تھا لوگوں کے ساتھ دوپہر کی نماز پڑھی اور مندرجہ ذیل خطبہ دیا

لوگو: سنو میں نے تم لوگوں سے جنگ کی تو نہ اس لیے کہ تم لوگ نماز پڑھو نہ اس لیے کہ تم لوگ روزہ رکھو نہ اس لیے کہ تم لوگ فریضہ حج ادا کرو نہ اس لئے کہ

تم لوگ زکوۃ ادا کرو کیونکہ یہ سب کچھ تو تم لوگ کرتے ہی ہو بلکہ میں نے جنگ اس لئے کی تھی کہ تم لوگوں پر حکومت کروں اور وہ اللہ نے مجھے عطا کر دی حالانکہ تم لوگ اس کو ناپسند کرتے رہے- واضح ہو کہ میں نے حسنؑ سے چند باتوں کا وعدہ کیا ہے اور انہیں زبان دی ہے مگر اب وہ سب میرے پاؤں کے نیچے ہے میں ان میں سے کسی ایک وعدے کو بھی پورا نہ کروں گا -

یہ کہہ کر وہ کوفہ میں داخل ہوا اور وہاں چند دن قیام کیا- جب اہل کوفہ سے بیعت لینے کا کام مکمل ہو گیا تو اس نے ایک خطبہ دیا اور اس میں امیر المومنینؑ کی اور امام حسنؑ کی بدگوئی کی - اس مجمعے میں امام حسنؑ اور امام حسینؑ بھی موجود تھے -یہ سن کر اما حسینؑ اٹھے کہ اس کی رد کریں -مگر امام حسنؑ نے انہیں پکڑ لیا کہ تم خاموش رہو پھر خود اٹھے اور فرمایا

☆ ﴿اے علیؑ کا ان الفاظ میں ذکر کرنے والے سن میں حسنؑ ہوں-میرے والد بزرگوار علیؑ ہیں-اور تو معاویہ ہے تیرا باپ صخر ہے میری والدہ گرامی فاطمہؑ ہیں- تیری ماں ہندہ ہے- میرے جد رسول اللہؐ ہیں اور تیرا جد حرب ہے میری جدہ ماجدہ حضرت خدیجہؑ ہیں اور تیری دادی قتیلہ ہے اب ہم دونوں میں از روئے حسب و نسب اور از روئے ذکر و شرف جو کمتر ہو اور جو کفر و نفاق میں آگے ہو اس پر اللہ کی لعنت اور مجمع نے آواز دی آمین آمین-﴾

(ارشاد شیخ صفحہ 170 تا 173 مقاتل الطالبین)

حکومت حاصل کرنے کیلئے خونریزی مناسب نہیں

ثعبی کا بیان ہے کہ جس وقت مقام نخلیہ میں امام حسنؑ نے معاویہ سے صلح فرمائی۔ میں وہاں موجود تھا معاویہ نے امام حسنؑ سے کہا کہ آپؑ کھڑے ہو کر مجمع کو بتائیں کہ آپؑ نے یہ حکومت چھوڑ دی اور اسے میرے سپرد کر دیا ہے: امام حسنؑ اٹھے حمد و ثنائے الٰہی بجالائے پھر فرمایا

اما بعد :- سب سے زیادہ ہوشیار وہ ہے جو متقی ہے اور سب سے زیادہ احمق وہ ہے جو فاسق و فاجر ہے۔ یہ حکومت جس کے متعلق میرے اور معاویہ کے درمیان اختلاف ہے۔ اگر یہ اس کا حق ہے تو وہ مجھ سے زیادہ اس کا حقدار ہے اور اگر یہ میرا حق ہے تو میں نے اسے صلاح امت اور خونریزی سے بچنے کیلئے چھوڑا تاکہ تم لوگوں کی آزمائش ہو جائے۔

(کشف الغمہ صفحہ 141۔ اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 14)

شہادت

حضرت امام ابو محمد حسنؑ کا اس دار دنیا سے مفارقت کا سبب یہ ہوا کہ معاویہ نے جعدہ بنت محمد بن اشعث (آپؑ کی زوجہ) کو دس ہزار دینار اور شعب سوار و سواد کوفہ میں زمین کے بہت سے قطعات دیے اور اس کے پاس زہر بھیج دیا

اس نے وہ زہر آپؑ کے کھانے میں ملادیا اور جب آپؑ کے سامنے رکھا تو آپؑ نے فرمایا کہ اب جنت میں مجھے جد امجد حضرت محمد سید المرسلینؐ اور اپنے پدر بزرگوار سید الوصیینؑ اور اپنی والدہ گرامی سیدہ النساء العالمینؑ چچا جعفرؑ طیار اور حمزہؑ سید الشہدا سے ملاقات کا موقع ملے گا۔اور جب امام حسینؑ آپنے بھائی کے پاس آئے اور پوچھا کہ بھائی جان آپ کا مزاج کیسا ہے؟

امام حسنؑ نے فرمایا آج میرا اس دنیا میں آخری دن ہے اور آخرت کا پہلا دن ہوگا۔ مجھے تمھاری جدائی اور دوسرے بھائیوں سے جدائی کا قلق ہے۔ مگر رسول اللہؐ و امیر المومنینؑ و مادر گرامی و حضرت جعفر طیار و حضرت حمزہؑ کی ملاقات کی خواہش میں یہ فراق مجھے گوارا ہے اس کے بعد آپؑ نے امام حسین علیہ السلام کو وصیتیں کیں اسم اعظم اور انبیاء کی میراث جو امیر المومنینؑ نے آپؑ کو سپرد کی تھیں ان کے حوالے کیں اور فرمایا: اے برادر جب میں مر جاؤں تو مجھے غسل دینا حنوط کرنا۔کفن پہنانا اور مجھے میرے جد کی قبر پر لے جانا اور قبر کے پہلو میں دفن کر دینا اگر لوگ مزاحمت کریں تو تمھیں اپنے جد رسول اللہ کے حق کی قسم کسی سے جھگڑا نہ کرنا فوراً میرا جنازہ بقیع لے جانا اور وہاں ماں کے پہلو میں دفن کر دینا۔

(بحار الانوار جلد 10 صفحہ 393 تا 394)

مختصر یہ کہ جنازہ تیار ہوا۔اٹھا کر چلے اور روضہ رسولؐ پر پہنچے۔ مگر آپؑ

کو وہاں دفن نہ ہونے دیا گیا-ام المومنین کہنے لگیں یہ میرا گھر ہے میں ہر گز اسے دفن نہ ہونے دوں گی- (تاریخ ابو الفدا جلد 1 صفحہ 183)

یہاں تک کہ بات بڑھ گئی اور آل محمدؐ پر تیر برسائے گئے کئی تیر امام حسنؑ کے تابوت میں پیوست ہو گئے- (روضۃ الصفا جلد 3 صفحہ 7)

تسلیۃ المجالس کے مطابق چونکہ تمام جسم تیروں میں چھپ گیا تھا اور کفن پھٹ گیا تھا-اس لئے ایک مرتبہ جنازہ کو پھر گھر لایا گیا- ستر تیر جنازہ سے نکالے گئے دوبارہ جنازہ گھر سے اٹھا اور جنت البقیع میں لا کر بنت رسولؐ کے پہلو میں دفن کر دیا گیا-

(الدمعۃ الساکبہ جلد دوم صفحہ 574)

☆ ﴿کیا اجر رسالت ہے- معاویہ نے صلح کی شرائط کا جو حشر کیا- کیا اس کے بعد بھی مسلمان سبق حاصل نہ کر سکے جس امام نے مسلمانوں کو خونریزی سے بچانے کے لئے خلافت چھوڑ دی- اسے روضہ رسولؐ میں دفن بھی نہ ہونے دیا گیا حالانکہ محمدؐ کے اصل وارث یہی ہیں- ان کے ساتھ ایسا سلوک کیوں کیا گیا- نبی اکرمؐ نے اجر رسالت کے صرف اپنی آل کی مودت مانگی مگر مسلمانوں نے سب کچھ بھلا دیا اور امامؑ کے جنازے پر تیروں کی برسات کی گئی-﴾

حضرت امام حسین علیہ السلام

مسعودی لکھتا ہے کہ اہل شام معاویہ کے فرمانبردار اور اطاعت گزار ایسے تھے کہ جنگ صفین کو جاتے ہوئے معاویہ نے جمعہ کی نماز بدھ کو پڑھادی اور انھوں نے پڑھ لی۔ معاویہ 60ھ میں علیل ہوا۔ اور اس نے یزید سے کہا کہ جو کچھ مانگنا ہو۔ مانگ لے۔ اس نے کہا حکومت چاہتا ہوں تاکہ اس کے ذریعہ سے جہنم سے نجات حاصل کرلوں اس نے یزید کا منہ چوم لیا اور اس نے کہا مجھے منظور ہے۔ (تاریخ کامل)

چنانچہ وہ یزید جیسے دشمن اسلام کو خلیفہ بنا کر رجب 60ھ میں مر گیا۔

(تاریخ اسلام جلد 1 صفحہ 33)

بہر حال یہ سب کچھ ہو گیا اور یزید نے امام حسین علیہ السلام سے بیعت کا سوال کیا۔ مختصر یہ کہ امام نے بیعت سے انکار کر کے کربلا کو بسایا کربلا کے واقعات میں مدینہ سے روانگی سے لیکر تمام واقعات ہم نے اپنی کتاب شہدائے حق میں تحریر کئے ہیں۔ یہاں پر ہم صرف نتیجہ حاصل کرنے کے لئے چند الفاظ تحریر کر رہے ہیں۔ (مؤلف)

امام حسینؑ کربلا کے میدان میں

بھوک اور پیاس کے عالم میں نبرد آزمائی کی بھی کوئی حد ہوتی ہے آخرکار جب امام حسینؑ کا جسم مبارک تیروں سے شل سا ہی ہو گیا اور آپ بے حد زخمی ہو گئے تو اپنے بہادر مقتولوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے۔اے بہادر شیر اٹھو اور حسینؑ کی مدد کرو۔بے شک تم نے بہت بڑی مدد کی اور تم میری حمایت میں سر سے گذر گئے ہو۔جان سے بے نیاز ہو گئے ہو۔لیکن سنو اب وقت و حالت تقاضا یہ ہے کہ اس وقت میری مدد کرو۔لیکن افسوس جان سے گذر جانے والے اور سر کو فدا کر دینے والے حیات ظاہری سے محروم کیونکر مدد کرتے۔بعض روائتوں میں ہے کہ آپؑ کی آواز پر زعفر جن نے لبیک کہی۔ اور امداد کی درخواست کی۔آپؑ نے یہ کہہ کر اسے مسترد کر دیا کہ میں امتحان دینے کے لئے آیا ہوں۔ اور اتمام حجت کے لئے صدائے امداد بلند کی ہے ورنہ مجھے مدد کی ضرورت نہیں ہے۔ایک روایت میں ہے کہ پھر فرشتوں نے مدد کرنا چاہی انھیں بھی جواب دے دیا۔ایک اور روایت میں ہے کہ حسینؑ کی اس آخری پکار پر کٹی ہو گردنوں سے لبیک کی آواز آئی۔

(چودہ ستارے صفحہ 258)

آپؑ نے یوں استغاثہ بلند کیا۔

اے اللہ تو دیکھ رہا ہے تیرے نبیؐ کی ذریت سے جو سلوک کیا جارہا ہے آل رسولؐ پر ترس کھانے والا کوئی ہے پاکیزہ آباء اجداد کی طاہر ذریت کی مدد کرنے والا کوئی ہے اولاد بتولؑ کو پناہ دینے والا کوئی ہے حرم رسولؐ کی حفاظت کرنے والا کوئی ہے کوئی ایسا خدا پرست ہے جسے ہماری مظلومیت پر ترس آئے کوئی فریاد رس ہے جو فی سبیل اللہ ہماری فریاد رسی کرے۔

(الدمعۃ الساکبہ جلد 2 صفحہ 242)

☆ ﴿کیا یہ اجر رسالتؑ ہے کہ جوانمرد یہ کہتے ہیں کہ کربلا میں دو شہزادوں کی جنگ تھی یہ کیوں نہیں کہتے کہ یہ حق و باطل کی جنگ تھی۔اور جب مظلوم کربلا امداد طلب کر رہے تھے تو کیا انصار حسینؑ کے علاوہ وہاں کوئی اور مسلمان نہ تھا کوئی کلمہ گو نہ تھا نبی اکرمؐ کو یہ کیسا اجر رسالتؑ دیا جارہا ہے۔دراصل امداد طلب کرنے والا حسینؑ دراصل رسول اکرمؐ تھے۔جو مسلمان رسول کی امداد نہ کر سکے وہ اجر رسالت کیا ادا کریں گے۔﴾

حضرت امام علی زین العابدن علیہ السلام

عبدالملک بن مروان کے تاثرات:

زہری سے منقول ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت امام علی زین العابدین علیہ السلام کے ہمراہ عبدالملک بن مروان کے پاس گیا تو عبدالملک آپؑ کی پیشانی

پر سجدوں کا نشان دیکھ کر تعظیم کے لئے کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ اے ابو محمدؑ آپ کی عبادت میں محنت و مشقت آپ کے چہرے سے عیاں ہے (حالانکہ اسکی ضرورت نہیں) اس سے پہلے ہی خداوند عالم نے آپ کو بہترین صفات عطا فرما دی ہیں آپ تو رسولؐ اللہ کے پارہ جگر ہیں اور آپ کی اصل اور نسب آنحضرتؐ سے قریب تر ہے اور مضبوط ہے آپ اپنے اہل بیتؑ اور ہم عصروں کے مقابلہ میں بھی عظیم فضیلت کے مالک ہیں۔ علم و فضل اور تقویٰ و پرہیز گاری میں آپ کے برابر یہ سعادت کسی کو اس سے پہلے نصیب نہ ہو سکی سوائے ان حضرات کے جو آپ کے اسلاف میں سے گذر گئے۔

چنانچہ عبدالملک آپ کے دوسرے فضائل بیان کرتا رہا جس پر امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اے امیر! تو نے جو کچھ ہمارے لئے عطا خداوندی کا ذکر کیا اور ہمارے حق میں اس کی تائید و توفیق کو بیان کیا تو ان انعامات پر اس ذات کا شکر کس طرح ادا ہو سکتا ہے۔ چنانچہ جناب رسالت مآب کو تو دیکھو کہ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تھے تو پائے اقدس متورم ہو جاتے تھے اور روزوں کی حالت میں پیاس کی شدت سے لعاب دہن خشک ہو جاتا تھا تو کہنے والے کہتے کہ یارسول اللہ کیا خداوند عالم نے آپ کے گذشتہ و آئندہ گناہ نہیں بخشے؟ آپؐ فرماتے تھے کہ کیا میں شکر گذار بندہ نہ ہوں خدا کے لئے حمد ہے کہ اس نے اپنے بندوں پر احسانات فرمائے ان کی معذرت کو قبول فرمایا۔ دنیا و آخرت میں لائق حمد ہے تو

اسی کی ذات ہے-خدا کی قسم اگر میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے جائیں اور میری دونوں آنکھوں کے ڈھیلے روتے روتے آنسو بن کر بہہ جائیں تو خدا کی ان نعمتوں میں سے جن کا شمار ممکن نہیں ایک نعمت کے دسویں حصہ کا بھی شکر ادا نہیں ہو سکتا-

یہ فرما کر امام علیہ السلام کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور عبدالملک بھی رونے لگا اور بولا کہ ان دو شخصوں کے درمیان کتنا فرق ہے-ایک وہ جو آخرت کا خواہش مند اور اس کے لئے بھرپور کوشش کر رہا ہو-اور دوسرا وہ جو دنیا کی طلب میں لگا ہو کہ کہیں سے بھی مل جائے تو ایسے آدمی کو آخرت میں بھلائی اور نیکی کا حصہ نہ مل سکے گا-پھر عبدالملک نے امامؑ سے تشریف آوری کا سبب دریافت کیا-چنانچہ جس کے بارے میں امام نے سفارش کی تھی عبدالملک نے اس بارے میں سفارش مان لی-اور کچھ مال بھی ہدیہ کیا-

(بحار الانوار جلد 6 صفحہ 70 تا 71)(الدمعۃ الساکبہ جلد دوم)

شہادت

حضرت امام علی ابن حسینؑ اگرچہ گوشہ نشینی کی زندگی بسر فرما رہے تھے لیکن آپؑ کے روحانی اقتدار کی وجہ سے بادشاہ وقت ولید بن عبدالملک نے آپؑ کو زہر دے دیا-امام محمدؑ باقر علیہ السلام نے نماز جنازہ پڑھائی-

(نور الابصار صفحہ 128- صواعق محرقہ صفحہ 120- بحار الانوار جلد 6 صفحہ 171)

☆ ﴿کیا یہ اجر رسالت ہے کہ فرزند رسولؐ کو بلا جرم و خطا زہر دے کر شہید کیا گیا- نہیں یہ اجر رسالت نہیں ہے بلکہ بنو امیہ کے بادشاہوں کی سازش ہے کیونکہ انھیں اس گھرانے کی فضیلت کا علم تھا اور وہ یہ بھی جانتے تھے کہ امام زین العابدینؑ اس خلافت کے مستحق ہیں- ظاہری خلافت کے ساتھ ساتھ انھیں روحانی اقتدار سے بھی خطرہ تھا- اسی لیئے انھوں نے حکومت کے لالچ اور امامؑ کے فضائل سے حسد کی بنا پر یہ سب کچھ کیا- کیا یہ مسلمان کہلانے کے حقدار ہیں- کیا یہ کلمہ گو ہیں-﴾

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام

علامہ مجلسی اور سید ابن طاؤس رقمطراز ہیں کہ ہشام بن عبد الملک اپنے عہد حکومت کے آخری ایام میں حج بیت اللہ کے لئے مکہ معظمہ میں پہنچا وہاں حضرت امام محمد باقرؑ اور حضرت امام جعفر صادقؑ بھی موجود تھے - ایک دن حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجمع عام میں ایک خطبہ ارشاد فرمایا جس میں اور باتوں کے علاوہ یہ بھی فرمایا کہ ہم روئے زمین پر خدا کے خلیفہ اور اس کی حجت ہیں- ہمارا دشمن جہنم میں جائے گا اور ہمارا دوست نعمات جنت سے متمتع

ہو گا۔

اس خطبہ کی اطلاع ہشام کو دی گئی وہ وہاں تو خاموش رہا۔ لیکن دمشق پہنچنے کے بعد والی مدینہ کو فرمان بھیجا کہ محمدؑ بن علیؑ اور جعفرؑ بن محمدؑ کو میرے پاس بھیج دو۔ چنانچہ آپؑ حضرات دمشق پہنچے۔ وہاں ہشام نے آپؑ کو تین دن تک اذن حضوری نہیں دیا۔ چوتھے روز جب دربار کو اچھی طرح سجالیا تو آپؑ کو بلوا بھیجا۔ آپؑ حضرات جب داخل دربار ہوئے تو آپؑ کو ذلیل کرنے کے لئے آپؑ سے کہا کہ ہمارے تیر اندازوں کی طرح آپؑ بھی تیر اندازی کریں۔ حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ میں ضعیف ہو گیا ہوں مجھے اس سے معاف رکھ اس نے بہ قسم کہا کہ یہ نا ممکن ہے۔ پھر ایک تیر کمان آپؑ کو دلوادی آپؑ نے ٹھیک نشانے پر تیر لگائے۔ یہ دیکھ کر وہ حیران رہ گیا۔ اس کے بعد آپؑ نے فرمایا بادشاہ ہم معدن رسالتؑ ہیں۔ ہمارا مقابلہ کسی امر میں کوئی نہیں کر سکتا۔ یہ سن کر ہشام کو غصہ آگیا وہ بولا کہ آپؑ لوگ بہت بڑے بڑے دعوے کرتے ہیں۔ آپؑ کے دادا علیؑ ابن ابی طالبؑ نے بھی غیب کا دعوی کیا ہے۔ آپؑ نے فرمایا بادشاہ قرآن مجید میں سب کچھ موجود ہے اور حضرت علیؑ امام مبین تھے۔ انھیں کیا نہیں معلوم تھا (جلاء العیون) علامہ کلینی تحریر فرماتے ہیں کہ ہشام نے اہل دربار کو حکم دیا کہ میں امام محمد باقر علیہ السلام کو سر دربار ذلیل کروں گا۔ تم لوگ یہ کرنا کہ جب میں خاموش ہو جاؤں تو انھیں گالیاں دینا چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ آخر میں حضرت

نے فرمایا- بادشاہ یاد رکھ ہم ذلیل کرنے سے ذلیل نہیں ہو سکتے- خداوند عالم نے ہمیں جو عزت دی ہے اس میں ہم منفرد ہیں- یاد رکھ عاقبت کی شاہی متقین کے لیے ہے یہ سن کر ہشام نے آپؑ کو قید کرنے کا حکم دیا- چنانچہ آپؑ قید کر دیئے گئے- قید خانہ میں داخل ہونے کے بعد آپؑ نے قیدیوں کے سامنے ایک معجزنما تقریر کی جس کے نتیجہ میں قید خانہ کے اندر کہرام عظیم برپا ہو گیا- بآلاخر قید خانہ کے داروغہ نے ہشام سے کہا کہ اگر محمد بن علیؑ زیادہ دنوں قید رہے تو تیری مملکت کا نظام منقلب ہو جائے گا- ان کی تقریر قید خانہ سے باہر بھی اثر ڈال رہی ہے اور عوام میں ان کے قید ہونے سے بڑا جوش ہے- یہ سن کر ہشام ڈر گیا اور اس نے آپؑ کی رہائی کا حکم دیا اور ساتھ یہ بھی اعلان کرا دیا کہ نہ آپؑ کو کوئی مدینہ پہنچانے جائے اور نہ راستے میں آپؑ کو کوئی کھانا پانی دے چنانچہ آپؑ تین روز کے بھوکے پیاسے داخل مدینہ ہوئے-

وہاں پہنچ کر آپؑ نے کھانے پینے کی سعی کی- لیکن کسی نے کچھ نہ دیا بازار ہشام کے حکم سے بند تھے یہ حال دیکھ کر آپؑ ایک پہاڑی پر گئے اور آپؑ نے اس پر کھڑے ہو کر عذاب الٰہی کا حوالہ دیا- یہ سن کر ایک پیر مرد بازار میں کھڑا ہو کر کہنے لگا- بھائیو سنو یہی وہ جگہ ہے جس جگہ حضرت شعیبؑ نبی نے کھڑے ہو کر عذاب الٰہی کی خبر دی تھی اور عظیم ترین عذاب نازل ہوا تھا- میری بات مانو اور اپنے کو عذاب میں مبتلا نہ کروں- یہ سن کر سب لوگ حضرت کی خدمت میں

حاضر ہو گئے اور آپؑ کے لئے ہوٹلوں کے دروازے کھول دیئے۔

(اصول کافی)

علامہ مجلسی لکھتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد ہشام نے والی مدینہ ابراہیم ابن عبدالملک کو لکھا کہ امام محمد باقرؑ کو زہر سے شہید کر دے۔

(جلاء العیون صفحہ 262)

شہادت

آپؑ اگرچہ اپنے علمی فیوض وبرکت کی وجہ سے اسلام کو برابر فروغ دے رہے تھے اس کے باوجود ہشام بن عبدالملک نے آپؑ کو زہر کے ذریعہ سے شہید کرادیا۔

(کشف الغمہ صفحہ 93- جلاء العیون صفحہ 264- جنات الخلود صفحہ 26- دمعہ ساکبہ صفحہ 449- شواہد النبوت صفحہ 181)

شہادت سے قبل آپؑ نے امام جعفر صادق علیہ السلامؑ سے بہت سی چیزوں کے متعلق وصیت فرمائی۔ (نور الابصار صفحہ 131)

آپؑ نے غسل وکفن وغیرہ کے متعلق خاص طور سے ہدایت کی کیونکہ امام کو امام ہی غسل دے سکتا ہے (شواہد النبوت صفحہ 181) آپؑ نے یہ بھی

وصیت کی کہ 800 درہم میری عزاداری اور میرے ماتم میں صرف کرنا اور ایسا انتظام کرنا کہ دس سال تک منیٰ میں بزمانہ حج میری مظلومیت کا ماتم کیا جائے۔

(جلاء العیون صفحہ 264۔ دمعہ ساکبہ جلد 2 صفحہ 511)

☆ ﴿یہ کیسا اجر رسالت ہے کہ مسلمان بادشاہ ہر دور میں آل رسول کو اذیت دیتے رہے اور ان کی فضیلت کا اعتراف کر کے بھی انھیں شہید کرتے رہے۔ صرف بادشاہی حاصل کرنے کے لئے اور ان کی فضیلت کو چھپانے اور حسد و بغض کی بنا پر مظالم کرتے رہے۔ کیا یہ مسلمان کہلانے کے حقدار ہیں۔ امام مظلوم کو کس جرم کی بنا پر شہید کیا گیا۔﴾

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام

جب بنی امیہ کی سلطنت کا زمانہ ختم ہوا۔ تو بنی عباس کی حکومت کا دور چلا۔ یہ لوگ بنی امیہ سے بھی زیادہ سادات کے دشمن ثابت ہوئے۔ ان کے زمانے میں تو سادات پر وہ تباہی آئی کہ اس کے بیان سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ اس سلسلہ عباسی کا دوسرا بادشاہ منصور عباسی ہوا ہے۔ خدا کی پناہ اس کے مظالم کا کیا ٹھکانہ ہے۔ ہزارہا سیدوں کو اس ظالم نے قتل کرایا۔ ان کے خون کے گاروں سے دیواریں تعمیر کرائیں۔ یہی نہیں بلکہ بہت سے بے گناہوں کو زندہ دیواروں میں چنوادیا۔ قید خانوں میں سڑا سڑا کر مار دیا۔ اس کے زمانہ میں شیعہ یا

سید کا شبہ ہو جانا قتل کے لئے کافی تھا- سب سے زیادہ تباہی اس ظالم کے دور سلطنت میں حسنی سادات پر آئی- خیال کرو کہ ایسے نازک دور میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے کس احتیاط سے اپنی زندگی بسر کی ہو گی-

(چودہ ستارے صفحہ 362)

محمد بن سنان نے مفضل بن عمر سے روایت کی ہے کہ منصور نے حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام کے قتل کا کئی مرتبہ ارادہ کیا مگر جب بھی انھیں قتل کرنے کے ارادہ سے طلب کرتا- اور آپؑ اس کے پاس تشریف لے جاتے تو آپؑ کو دیکھ کر اسکی ہیبت طاری ہو جاتی تو وہ سب کچھ بھول کر قتل سے باز رہتا علاوہ ازیں اس نے آپؑ سے ملاقات پر پابندی عائد کر دی اور سخت پہرے لگا دیے جس کی وجہ سے مسائل دریافت کرنے والوں کو بیحد پریشانی کا سامنا کرنا پڑا یہ بات آپؑ کے مخصوص اور شیعوں پر بہت شاق تھی جب یہ پابندی اپنے انتہا کو پہنچی تو اللہ تعالیٰ نے منصور کے دل میں یہ بات پیدا کی کہ حضرت امام جعفرؑ سے کوئی ایسا تحفہ اور تبرک مانگے کہ اس جیسا کسی کے پاس نہ ہو-

آپؑ نے نبی کریمؐ کے عصائے مبارک کا ایک ٹکڑا بھیج دیا وہ اسے پا کر بے حد خوش ہوا- اور حکم دیا کہ اس کے چار حصے کیے جائیں اور ملک کے چار مقامات پر بھیج دیے جائیں- اس کے بعد کہا اس کا بدلہ میرے پاس اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ آپؑ پر سے ملاقات کی پابندی اٹھا لوں اور کوئی تعرض نہ کروں اور آپؑ کا علم

آپؑ کے شیعوں میں پھیلنے کی اجازت دے دوں سب آپؑ سے بے خوف و خطر ملاقات کریں۔ نشست اختیار اور علم حاصل کریں۔ تاہم اتنی احتیاط کریں کہ جس شہر میں میں رہوں۔ اس میں آپؑ نہ رہیں اس کے بعد امامؑ سے علم حاصل کرنے والوں کا تانتا لگ گیا اور آپؑ کے بحر علوم سے لوگوں نے اپنے اپنے کوزے وظروف بھرنے شروع کر دیے۔

(بحار الانوار جلد 8 صفحہ 201 تا 202)

شہادت

علماء اہل تشیع کا اتفاق ہے کہ آپؑ کو منصور دوانقی نے زہر سے شہید کرایا ۔اور نماز جنازہ امام موسیٰ کاظم نے پڑھائی تھی۔ علامہ کلینی اور علامہ مجلسی کا ارشاد ہے کہ آپؑ کو نہایت قیمتی کفن دیا گیا۔ (جلاء العیون مجلسی صفحہ 269)

☆ کیا یہ اجر رسالت ہے کہ بنو امیہ کے بعد عباسی خلفاء نے بھی وہی روایت جاری رکھی۔ یہ بھی آل محمدؐ کی فضیلت کو جانتے تھے حضرت امام جعفر صادقؑ کو بلا جرم و خطا زہر دیا گیا۔ کیا ان جیسے مسلمانوں سے اللہ اور اس کا رسولؐ راضی ہے کیا ہم اسے اجر رسالت کہہ سکتے ہیں۔

حضرت امام موسیٰ کاظمؑ

صفوان حمال سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے امامت کے متعلق سوال کیا تو آپؑ نے ارشاد فرمایا کہ امام کسی لہولعب (کھیل تماشا) میں مشغول نہیں ہوتا ابھی آپؑ نے یہ فرمایا ہی تھا کہ حضرت ابوالحسنؑ موسیٰ بن جعفرؑ جو ابھی کمسن تھے سامنے آئے ان کے پاس ایک مکی نسل کی بکری کا بچہ تھا اور وہ اس بچے سے کہہ رہے تھے۔ اپنے رب کو سجدہ کر۔ یہ سن کر حضرت ابو عبداللہ نے انہیں اپنی آغوش مبارک میں لیا اور گلے لگا کر فرمایا تم پر میرے ماں باپ فدا ہوں ۔ تم وہ ہو جو لہولعب میں مشغول نہیں ہوتے (الارشاد صفحہ 309 اعلام الوریٰ صفحہ 289 بحار الانوار جلد 7 صفحہ 32 تذکرہ المعصومین صفحہ 192)

مامون کا دعویٰ میں محب اہل بیتؑ ہوں

دیان بن شیب سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے مامون کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں نے اہل بیتؑ نبی سے ہمیشہ محبت کی مگر محض ہارون رشید کا تقرب حاصل کرنے کے لئے یہ ظاہر کرتا رہا کہ مجھے ان سے بغض ہے چنانچہ جب ہارون رشید نے حج کا فریضہ ادا کیا تو میں اور محمد اور قاسم بھی اس کے ساتھ تھے ۔ جب وہ حج کے بعد مدینہ آیا تو لوگوں کو ملاقات کی اجازت دیتا رہا اور سب کے آخر

میں اس نے حضرت موسیٰؑ بن جعفرؑ کو اجازت دی - یہ اندر داخل ہوئے جب ہارون کی نظر آپؑ پر پڑی تو ذرا جھوما گردن اٹھائی اور دور سے نظر ڈالتا رہا یہاں تک کہ آپؑ اس میں داخل ہوئے جہاں یہ بیٹھا تھا جب آپؑ اس کے قریب پہنچے تو اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھے ہی بیٹھے اس نے آپؑ سے معانقہ (گلے لگایا) کیا پھر آپؑ کی طرف متوجہ ہو کر بولا ابوالحسنؑ تم کیسے ہو - تمہارے اور تمہارے والد کے اہل و عیال کیسے ہیں ؟ تم لوگوں کا کیا حال ہے - وہ مسلسل یہ سوال کرتا رہا اور حضرت ابوالحسنؑ سب خیر ہے سب خیر ہے کہتے رہے - پھر جب آپؑ اٹھے تو رشید نے بھی اٹھنا چاہا مگر امامؑ نے اسے قسم دی اور وہ بیٹھ گیا اور بیٹھے بیٹھے ہی معانقہ کیا اور آپؑ کو رخصت کیا مامون کا بیان ہے کہ میں اپنے باپ کی اولاد میں سے سب سے زیادہ جسارت کرنے والا تھا - جب امامؑ چلے گئے تو میں نے اپنے باپ سے پوچھا یا امیر المومنین جو برتاؤ آپ نے ان کے ساتھ کیا وہ برتاؤ تو آپ نے مہاجرین و انصار کی اولاد میں سے کسی کے ساتھ نہیں کیا آخر یہ ہیں کون صاحب - ہارون نے کہا اے فرزند یہ علوم انبیاء کے وارث ہیں یہ موسیٰؑ بن جعفرؑ ہیں - اگر تم علم صحیح چاہتے ہو تو وہ ان کے ہی پاس ہے مامون کا بیان ہے کہ اسی وقت سے ان لوگوں کی محبت میرے دل میں بیٹھ گئی - (عیون اخبار الرضا جلد 1 صفحہ 93)

امامؑ اور فدک کے حدود اربعہ

علامہ یوسف بغداد سبط ابن جوزی حنفی تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دن

ہارون رشید نے امام موسیٰ کاظمؑ سے کہا کہ آپؑ فدک لینا چاہیں تو میں دے دوں ۔آپؑ نے فرمایا کہ میں جب اس کے حدود بتاؤں گا تو اسے دینے پر راضی نہ ہوگا اور میں اسی وقت لے سکتا ہوں جب اس کے پورے حدود دیے جائیں۔اس نے پوچھا کہ اس کے حدود کیا ہیں فرمایا پہلی حد عدن ہے دوسری حد سمرقند ہے تیسری حد افریقہ ہے۔چوتھی حد سیف البحر ہے جو خزر اور آرمینیہ کے قریب ہے۔یہ سن کر ہارون رشید آگ بگولہ ہوگیا۔اور کہنے لگا کہ پھر ہمارے لیے کیا رہا۔ حضرت نے فرمایا کہ اسی لیے تو میں نے لینے سے انکار کیا تھا۔اس واقعہ کے بعد ہی سے ہارون رشید حضرت کے در پے قتل ہوگیا۔

(خواص الامتہ علامہ سبط ابن جوزی صفحہ 416 طبع لاہور)

شہادت

آپؑ نے چودہ سال ہارون رشید کے قید خانہ میں گذارے مرزا دبیر کہتے ہیں : مولا!

یہ انتہائے اسیری گذر گئی زندان میں جوانی و پیری گذر گئی

وفات کے بعد آپؑ کی لاش مبارک قید خانہ سے ہتھکڑی اور بیڑی سمیت نکال کر بغداد کے پل پر ڈال دی گئی۔اور نہایت توہین آمیز الفاظ میں آپؑ کو اور آپؑ کے ماننے والوں کو یاد کیا گیا۔ (چودہ ستارے صفحہ 415)

آپ کو کھانے یا خرمہ میں زہر دیا گیا تو آپؑ تین دن تڑپتے رہے یہاں تک کہ انتقال ہو گیا۔ (صواعق محرقہ صفحہ 132 ارجح المطالب صفحہ 454)

ایک گروہ جس کے سردار سلیمان بن جعفر ابی جعفر تھے انہوں نے نعش مبارک دشمنوں سے چھین کر غسل وکفن کا بندوبست کیا۔ڈھائی ہزار کا قیمتی کفن دیا۔حضرت امام رضا مدینہ سے باعجاز پہنچ چکے تھے آپؑ نے نماز جنازہ پڑھائی اور اپنے والد ماجد کو سپرد خاک کیا۔(اعلام الوری صفحہ 170۔انوار نعمانیہ صفحہ 127 جنات الخلود صفحہ 130۔جلاء العیون صفحہ 275)

☆ ﴿نبی اکرمؐ کو یہ کیسا اجر رسالت دیا جارہا ہے کہ فرزند رسولؐ نے مظلومیت کی حالت میں قید خانہ میں شہادت پائی جبکہ امام وطن سے دور تھے کیا ہارون رشید مسلمان کہلانے کا حقدار ہے۔یہ اجر رسالت نہیں بلکہ خاندان رسالت کو خلافت کا حقدار سمجھتے ہیں اور انہیں مسلمان کہتے ہیں وہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ان کی یہ عداوتیں کب ختم ہو گئی یہ آل رسول کو کب تک اذیت دیتے رہیں گے آخر ان کا خاتمہ ہو گیا اور آل رسولؐ کی امامت قیامت تک جاری ہے۔﴾

حضرت امام علی رضاؑ

علی بن ابراہیم نے اپنے باپ سے اور انہوں نے ابو صلت سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ مامون رشید نے حضرت علی بن موسیٰ رضا سے کہا:

فرزند رسولؑ میں آپؑ کے علم و فضل و زہد و تقویٰ اور آپؑ کی عبادت سب سے واقف ہو گیا اور میری رائے میں آپؑ مجھ سے زیادہ اس خلافت کے مستحق ہیں: آپؑ نے فرمایا کہ عبادت تو اللہ کیلئے ہوتی ہے اور یہ قابل فخر ہے۔ زہد کی وجہ سے مجھے امید ہے کہ دنیاوی شر سے محفوظ رہوں گا۔ تقویٰ اور ورع یعنی محرمات سے احتراز تو اس کو میں بڑی کامیابی سمجھتا ہوں۔ تواضع و انکساری یعنی سب سے جھک کر ملنا اور خاطر داری کرنا اس سے امید ہے کہ اللہ کی بارگاہ میں بلند درجہ حاصل ہو گا۔

مامون نے کہا: مگر میرا خیال ہے کہ میں خود خلافت سے سبکدوش ہو جاؤں اور آپؑ کو خلیفہ بنا کر آپؑ کی بیعت کروں۔ امام رضاؑ نے ارشاد فرمایا: اگر واقعاً یہ خلافت تمہارا حق ہے اور اللہ نے تم کو خلیفہ بنایا ہے تو یہ جائز نہیں کہ جو خلعت خلافت اللہ نے تم کو پہنایا ہے تم اس کو اتار کر کسی دوسرے کو پہنا دو۔ اور اگر یہ خلافت تمہاری نہیں ہے کسی دوسرے کی ملکیت ہے تو تمہیں جائز نہیں کہ وہ چیز جو تمہاری نہیں ہے تم ہمیں بخش دو۔

مامون نے کہا: فرزند رسولؑ! مگر آپؑ کو تو یہ حکومت و خلافت قبول کرنی ہی پڑے گی۔

آپؑ نے فرمایا: زبردستی کی بات تو اور ہے ورنہ اپنی خوشی سے تو میں اس تاابد قبول نہ کروں گا۔ الغرض وہ کچھ دنوں تک کوشش کرتا رہا کہ آپؑ اسے قبول

کرلیں مگر جب بالکل ناامید ہو گیا تو کہنے لگا اچھا اگر آپؑ خلافت قبول نہیں فرماتے اور آپؑ کو یہ پسند نہیں کہ میں آپکی بیعت کروں تو آپؑ میرے ولی عہد بن جائیں تاکہ میرے بعد خلافت آپؑ کو ملے۔

امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: خدا کی قسم میرے پدر بزرگوار نے اپنے آبائے کرام کے سلسلے سے حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے اور انھوں نے حضرت رسول مقبولؐ سے روایت بیان فرمائی ہے (میرے اور تیرے متعلق) کہ میں تجھ سے پہلے زہر سے مقتول ہو کر اس دنیا سے کوچ کر جاؤں گا۔اور مجھ پر آسمانوں اور زمین کے تمام فرشتے گریہ کریں گے اور عالم مسافرت میں ہارون کے پہلو میں دفن کیا جاؤں گا۔

یہ سن کر مامون رونے لگا اور بولا :۔فرزند رسولؐ میری زندگی میں بھلا کس میں دم ہے کہ جو آپؑ کو قتل کر دے یا آپؑ کی شان میں گستاخی کرے : آپؑ نے فرمایا: اگر میں چاہوں تو یہ بھی بتا سکتا ہوں کہ مجھے کون قتل کرے گا : مامون نے کہا : فرزند رسولؐ یہ سب کہنے سے آپؑ کا اصل مقصد یہ ہے کہ آپؑ یہ بار خلافت نہیں اٹھانا چاہتے اور اس لیے یہ خلافت قبول کرنا نہیں چاہتے تاکہ لوگ کہیں کہ امام رضا بڑے ہی تارک الدنیا ہیں۔

امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: سنو : خدا کی قسم جب سے میرے رب نے مجھے پیدا کیا ہے میں نے آج تک کبھی جھوٹ نہیں بولا میں نے دنیا اس

لیے نہیں چھوڑی تا کہ اس کے ذریعے سے میں دنیا حاصل کروں-اور میں خوب جانتا ہوں کہ تم کیا چاہتے ہو-

مامون نے کہا: بتایئے میں کیا چاہتا ہوں؟ آپؑ نے فرمایا اگر سچ کہہ دوں تو جان کی امان ہے؟ اس نے کہا: ہاں امان ہے: آپؑ نے فرمایا تم یہ چاہتے ہو کہ لوگ یہ کہیں کہ در حقیقت امام رضاؑ نے دنیا کو نہیں چھوڑا تھا بلکہ دنیا نے ان کو چھوڑ رکھا تھا-کیا نہیں دیکھتے کہ خلافت کے لالچ میں ولی عہدی ملی تو کیسے قبول کر لی-یہ سن کر مامون کو غصہ آیا اور بولا: آپؑ تو ہمیشہ ایسی ہی باتیں کیا کرتے ہیں جو ہمیں ناپسند ہیں-یہ میری ڈھیل اور رعایت کا نتیجہ ہے-اچھا اب خدا کی قسم اگر آپؑ ولی عہدی قبول کر لیں تو خیر ورنہ میں جبراً آپ کو ولی عہد بناؤں گا اور اگر اس پر بھی آپؑ نے قبول نہ کیا تو گردن اڑا دوں گا-امام رضا علیہ السلام نے فرمایا ٹھیک ہے-اللہ تعالی نے مجھے اپنے آپؑ کو ہلاکت میں ڈالنے سے منع فرمایا ہے-لہذا اگر یہ بات ہے تو تیرا جو دل چاہے سو کر میں اسے قبول کر لوں گا مگر اس شرط پہ کہ نہ میں کسی کو مقرر کروں گا نہ بر خواست-نہ کوئی دستور منسوخ کروں گا نہ کوئی کین-بس امر خلافت میں دور دور سے تجھے مشورہ دیتا رہوں گا-مامون اس پر راضی ہو گیا اور اس نے آپؑ کو اپنی ناپسندیدگی کے باوجود ولی عہد بنایا-

علل الشرائع جلد 1 صفحہ 226 عیون اخبار الرضا جلد 2 صفحہ 139-امالی شیخ صدوق صفحہ 28-بحار الانوار جلد 5 صفحہ 131 تا 132 چودہ ستارے صفحہ 446)

شہادت

علامہ معاصر لکھتے ہیں کہ ایک روز مامون نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو اپنے گلے سے لگایا اور پاس بٹھا کر ان کی خدمت میں بہترین انگوروں کا ایک طبق رکھا اور اسمیں سے ایک خوشا اٹھا کر آپکی خدمت میں پیش کرتے ہوئے کہا: ابن رسول اللہ یہ انگور نہایت ہی عمدہ ہیں تناول فرمایئے۔ آپؑ نے یہ کہتے ہوئے انکار فرمایا کہ جنت کے انگور اس سے بہتر ہیں۔ اس نے شدید اصرار کیا اور آپؑ نے اسمیں سے تین دانے کھالیے۔ یہ انگور کے دانے زہر آلود تھے۔ انگور کھانے کے بعد آپؑ اٹھ کھڑے ہوئے۔ مامون نے پوچھا آپؑ کہاں جارہے ہیں۔ آپؑ نے ارشاد فرمایا جہاں تو نے بھیجا ہے وہاں جارہا ہوں۔ قیام گاہ پر پہنچنے کے بعد آپؑ تین دن تک تڑپتے رہے بآلاخر انتقال فرماگیے۔

(تاریخ آئمہ صفحہ 476)

شہادت کے بعد حضرت امام محمد تقیؑ باعجاز تشریف لائے اور نماز جنازہ پڑھائی اور آپؑ واپس چلے گیے بادشاہ نے بڑی کوشش کی کہ آپؑ سے ملے مگر نہ مل سکا۔

(مطالب السئول صفحہ 288)

جب آپکی شہادت واقع ہوئی آپؑ کے پاس اس وقت عزیز واقربا اولاد

وغیرہ میں سے کوئی نہ تھا۔ ایک تو آپؑ خود مدینہ سے غریب الوطن ہو کر آئے دوسرے یہ کہ دارالسلطنت مرو میں بھی آپؑ نے وفات نہیں پائی بلکہ آپؑ سفر کی حالت میں بعالم غربت شہید ہوئے اس لئے آپؑ کو غریب الغربا کہتے ہیں۔

(چودہ ستارے صفحہ 461)

☆ کیا یہ اجر رسات ہے کہ مامون نے بھی اپنے باپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے وہی کچھ کیا اس نے اپنی ضرورت کے وقت امام کو ولی عہد بنایا یعنی جب علویوں کا زور ہوا تو ان کی بغاوت کو روکنے کے لیے شدید انکار کے باوجود ولی عہد بنایا اور جب عباسیوں کا زور ہوا تو انھیں راضی کرنے کے لیے امامؑ کو شہید کر دیا۔ صرف اپنی سیاست اور حکومت چلانے کے لئے رسول اکرمؐ کو اذیت دی۔ کیا یہ اجر رسالت ہے۔ مسلمان غور کریں انصاف کریں کہ فرزند رسولؐ کو کس لیے بے وطن کیا گیا ان کا جرم کیا تھا کیا فرزند رسولؐ ہونا جرم ہے۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام

عباسی خلیفہ مامون رشید حضرت امام رضا علیہ السلام کی شہادت سے فراغت کے بعد یا اس لیئے کہ اس پر امام رضاؑ کے قتل کا الزام ثابت نہ ہو سکے یا اس لیئے کہ وہ امام رضاؑ کی ولی عہدی کے موقع پر اپنی لڑکی ام حبیب کی شادی کا اعلان بھی کر چکا تھا کہ ولی عہد کے فرزند امام محمد تقی علیہ السلام کے ساتھ کرے گا اسے

نباہنے کے لیے یا اس لئے کہ ابھی اس کی سیاسی ضرورت اسے امام محمد تقیؑ کی طرف توجہ کی دعوت دی رہی تھی۔ بہر حال جو بات بھی ہو۔ اس نے فیصلہ کر لیا کہ امامؑ کو مدینہ سے بغداد بلایا جائے۔ چنانچہ اس نے دعوت نامہ ارسال کیا اور انھیں اسی طرح مجبور کر کے بلایا جس طرح امام رضاؑ کو بلوایا تھا۔ بالآخر امام محمد تقیؑ کو بغداد آنا پڑا۔

(چودہ ستارے 477)

نص امامت

یحیٰی صنعانی سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ مکہ میں ہم لوگ حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ آپؑ کیلا چھیل کر حضرت ابو جعفر علیہ السلام کو کھلا رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا میں آپؑ پر قربان یہ ہیں آپؑ کے مولود مسعود۔ فرمایا ہاں یہ وہ مولود ہے جس کا مثل اسلام میں کوئی پیدا نہیں ہوا۔ یہ ہمارے شیعوں کے لیے بڑا بابرکت مولود ہے۔

(بحار الانوار جلد 9 صفحہ 30)

ام الفضل کا شکایتی خط :۔ لوگوں نے روایت کی ہے کہ ام الفضل نے مدینہ سے اپنے باپ کو خط لکھا اور اسمیں حضرت ابو جعفر علیہ السلام کی شکایت تحریر کی کہ وہ کہتے ہیں دوسرا عقد کر کے ہم پر سوت لائیں گے۔ مامون نے اس

کے جواب میں تحریر کیا بیٹی میں نے تمہارا عقد ابو جعفر سے اس لیے نہیں کیا ہے کہ جو چیز اللہ نے ان کے لیے حلال کی ہے میں اسے ان کے لیے حرام کر دوں اور خبردار اب آئندہ اس قسم کی شکایت مجھ سے نہ کرنا۔

(ارشاد صفحہ 314۔ کشف الغمہ صفحہ 120)

شہادت

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام زہر سے شہید ہوئے۔ آپؑ کو آپکی بیوی ام الفضل نے اپنے باپ مامون کے حکم کے مطابق (معتصم کی مدد سے) زہر دے کر شہید کیا۔

(نور الابصار صفحہ 147۔ ارجح المطالب صفحہ 460)

شہادت کے بعد حضرت امام علی نقی علیہ السلام نے آپؑ کی نماز جنازہ پڑھائی اس کے بعد آپؑ کو مقابر قریش میں اپنے جد نامدار حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے پہلو میں دفن کیے گیے۔

ایک سال تک آپؑ نے قید کی سختیاں صرف اس جرم میں برداشت کیں کہ آپؑ کمالات امامت کے حامل کیوں ہیں اور آپؑ کو خدا نے یہ شرف کیوں عطا فرمایا ہے۔ بعض علماء کا کہنا ہے کہ آپؑ پر اسقدر سختیاں تھیں اور اتنی کڑی نگرانی اور نظر بندی تھی کہ آپؑ اکثر اپنی زندگی سے بیزار ہو جاتے تھے۔

(کشف الغمہ صفحہ 121- صواعق محرقہ صفحہ 123- روضۃ الصفا جلد 3 صفحہ 16- اعلام الوریٰ صفحہ 205 ارشاد صفحہ 480 انوار نعمانیہ صفحہ 127 انوار الحسینیہ صفحہ 54)

☆ ﴿کیا یہ اجر رسالت ہے نہیں بلکہ یہ منافقت ہے یہ خاندان رسالت کے ساتھ مذاق ہے کہ ایک طرف ان کی فضیلت علم کا اعتراف کیا جاتا ہے دوسری طرف انھیں روئے زمین سے ختم کرنے کا کوئی بھی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا جاتا- مگر یہ ان لوگوں کی بھول ہے کیونکہ ان کا قائم موجود ہے- اور خدا کے حکم سے ظہور کرے گا- امام محمد تقیؑ کو کس جرم کی سزا دی گئی-﴾

حضرت امام علی نقی علیہ السلام

امام علی نقی علیہ السلام دھوکے سے بلانے کے بعد پہلے تو خان الصعالیک میں پھر اس کے بعد ایک دوسرے مقام میں آپؑ کو نظر بند کر دیا اور تاحیات اسی قید رکھا- متوکل آپؑ کے ساتھ ظاہرداری ضرور کرتا تھا لیکن آپؑ کا سخت دشمن تھا- اس نے حیلہ سازی اور دھوکا بازی سے آپؑ کو بلایا- اور درپردہ ستانے اور تباہ کرنے اور مصیبتوں میں مبتلا کرنے کے درپے رہا-

(نور الابصار صفحہ 150)

شہادت

متوکل کے بعد اس کا بیٹا مستنصر پھر مستعین پھر 252 ہجری میں معتز باللہ خلیفہ ہوا- معتز ابن متوکل نے بھی اپنے باپ کی سنت کو نہیں چھوڑا اور حضرت کے ساتھ سختی ہی کرتا رہا یہاں تک کہ اسی نے آپؑ کو زہر دے دیا-

(انوار الحسینیہ جلد 2 صفحہ 55)

علامہ ابن حجر مکی لکھتے ہیں کہ آپؑ زہر سے شہید ہوئے ہیں-(صواعق محرقہ صفحہ 124)

امام حسن عسکری علیہ السلام نے نماز جنازہ پڑھی اور آپؑ سامرہ ہی میں دفن کیے گئے- علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ آپؑ کی شہادت انتہائی غربت کی حالت میں ہوئی- انتقال کے وقت آپؑ کے پاس کوئی نہ تھا-

(جلاء العیون صفحہ 292)

☆ ﴿کیا یہ اجر رسالت ہے- مسلمان بادشاہوں نے اولاد رسولؐ کے خون بہانے کو اپنا معمول بنا لیا- دراصل یہ ایسے مسلمان ہیں جن کے دلِ کفر سے بھرے ہوئے ہیں- یہ حق سے منہ موڑ کر شیطان کے پھیلائے ہوئے جال میں پھنس گئے اور دائمی تباہی کو اپنے لیے منتخب کر لیا ہے- امام کو سب تکالیف کس جرم میں پہنچائی گئی کیا یہ اجر رسالت ہے-﴾

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ خلفائے بنی عباسیہ جانتے تھے کہ سلسلہ آل محمدؐ کے وہ افراد جو رسول اللہ کی صحیح جانشینی کے مصداق و حقدار ہو سکتے ہیں۔وہ یہی افراد ہیں جن میں سے گیارھویں ہستی امام حسنؑ کی ہے اس طرح آپؑ کی مختصر زندگی جو دور امامت کے بعد تھی اس کا بیشتر حصہ قید و بند ہی میں گذرا اس قید کی سختی معتمد کے زمانہ میں بہت بڑھ گئی۔

(چودہ ستارے صفحہ 549)

شہادت

الغرض امام حسنؑ عسکریؑ کو معتمد عباسی نے زہر دلوایا۔ علماء کا بیان ہے کہ وفات سے قبل آپؑ نے امام مہدیؑ کے سپرد تبرکات فرما دیئے تھے۔

(دمعہ ساکبہ جلد 3 صفحہ 192)

علماء فریقین کا اتفاق ہے کہ آپؑ نے حضرت امام مہدیؑ کے علاوہ کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔

(مطالب السئول صفحہ 292 صواعق محرقہ صفحہ 124 نور الابصار۔ ارجح المطالب کشف الغمہ صفحہ 126 اعلام الوری صفحہ 218)

غرضیکہ نہایت تزک واحتشام اور ظاہری شان وشوکت کے ساتھ آپؑ کا جنازہ اٹھایا گیا-اور اس مقام پر لے جا کر رکھا گیا جس جگہ نماز پڑھائی جاتی تھی -اتنے میں معتمد کے حکم سے عیسیٰ بن متوکل جو عموماً نماز میت پڑھایا کرتا تھا آگے بڑھا اور اس نے چہرے سے کفن سرکا کر بنی ہاشم علوی وعباسی اور سب امیروں غرضیکہ کل اشرافف واعیان کو دکھاتے ہوئے کہا دیکھو یہ اپنی موت سے مرے ہیں یعنی انہیں کسی نے کچھ کھلایا نہیں ہے-

(تذکرہ المعصومین صفحہ 229)

اس کے بعد جعفر آگے بڑھا کہ اپنے بھائی کی نماز جنازہ پڑھائے- جیسے ہی انھوں نے تکبیر کہنے کا ارادہ کیا-ایک کمسن صاحب زادے برآمد ہوئے انھوں نے آکر جعفر بن امام علی نقیؑ کا دامن کھینچا: پھر فرمایا چچا جان میں اپنے والد بزرگوار کی نماز جنازہ پڑھانے کا آپ سے زیادہ حقدار ہوں- چنانچہ جعفر اپنا منہ بنائے ہوئے پیچھے ہٹ گئے اور امام مہدی علیہ السلام نے آگے ہو کر نماز پڑھائی-

(جلاء العیون صفحہ 292-بحار الانوار جلد 9)

اس کے بعد آپؑ کو امام علی نقی علیہ السلام کے روضہ مبارک میں دفن کر دیا گیا-(چودہ ستارے صفحہ 552)

جعفر (کذاب) کا کردار

احمد بن حسین بن عبداللہ نے حسین بن زید بن عبداللہ بغدادی نے انھوں نے علی بن سنان موصلی سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ جس وقت حضرت امام حسن عسکریؑ کی شہادت ہوئی اس وقت قم اور جبال سے ایک وفد کچھ مال آپؑ کی خدمت میں پہنچانے کے لیے آیا۔ اب وہ وفد سر من رائے پہنچا تو حضرت امام حسن عسکریؑ کے متعلق دریافت کیا لوگوں نے بتایا کہ وہ وفات پا چکے ہیں۔ تو پوچھا اب ان کا وارث کون ہے؟

لوگوں نے کہا ان کے بھائی جعفر بن علی وارث ہیں انھوں نے پوچھا وہ کہاں ہیں؟

بتایا گیا کہ وہ دریائے دجلہ میں ایک کشتی پر سوار ہو کر تفریح کے لیے گئے ہیں ان کے ساتھ گانے بجانے والے بھی ہیں۔

اس وفد نے آپس میں مشورہ کیا بالآخر سب نے کہا ایسا شخص تو امام نہیں ہو سکتا۔ کچھ لوگوں کی رائے ہوئی کہ یہ مال اب ان مالکوں کو واپس کر دینا چاہیے۔ جن کی یہ امانت ہے۔

مگر ابوالعباس محمد بن جعفر حمیری قمی نے کہا ٹھہرو انھیں واپس آنے دو تاکہ اس خبر کی تصدیق ہو سکے اور یہ کہ انھیں آزما بھی لیں گے روای کا بیان ہے کہ جب

جعفر کذاب تفریح سے واپس آیا تو یہ لوگ اس کے پاس گئے اور کہا: جناب ہم لوگ قم کے رہنے والے ہیں ہمارے ساتھ شیعوں کا ایک گروہ بھی آیا ہے ہمارے پاس امام حسن عسکری علیہ السلام کے لیے کچھ مال بھی امانت کے بطور موجود ہے۔

جعفر کذاب نے پوچھا: وہ مال کہاں ہے؟ میرے پاس لے آؤ۔ ان لوگوں نے کہا وہ مال ہمارے پاس ہی ہے مگر اس مال کے لئے ایک شرط ہے اس نے پوچھا وہ شرط کیا ہے۔

انھوں نے کہا یہ مال فردا فردا ایک ایک دو دو دینار ہر شیعہ کے تھیلوں میں بند کر کے اپنی اپنی مہریں لگادی ہیں اور اب تک یہ ہوتا رہا ہے کہ جب ہم لوگ اس قسم کی رقوم لیکر آیا کرتے تو امام حسن عسکری علیہ السلام بتادیا کرتے کہ کل کتنی رقم ہے اور اسمیں فلاں فلاں شخص کے اتنے اتنے دینار اور ان سب کا نام بتاتے جنکی مہریں تھیلیوں پر ثبت ہیں:

جعفر نے کہا: تم لوگ تو میرے بھائی پر افترا کر رہے ہو ایسا انھوں نے کبھی نہ کیا ہوگا کیونکہ یہ تو علم غیب ہے۔

لوگوں نے جعفر کی یہ باتیں سنیں تو ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔

جعفر نے کہا: وہ سب رقم میرے پاس لے آؤ انھوں نے کہا: جناب ہم لوگ تو اس مال کے امین ہیں مالک نہیں لہذا جب تک ہم آپ کے اندر وہ اوصاف و

نشانیاں نہ دیکھ لیں گے جو امام حسن عسکری علیہ السلام کے اندر تھیں ہم ہرگز یہ رقم آپ کے حوالے نہ کریں گے اور اگر آپ امام ہیں دلیل سے ثابت کریں ورنہ یہ رقم ہم اس کے مالکوں کو واپس کر دیں گے پھر ان کی جو بھی مرضی ہو۔

راوی کا بیان ہے کہ یہ جواب سن کر جعفر سیدھا خلیفہ وقت کے پاس پہنچا جو سر من رائے میں تھا خلیفہ نے ان لوگوں کو طلب کیا اور کہا کہ یہ ساری رقم جعفر کو دیدو۔

ان لوگوں نے کہا: اے امیر المومنین! اللہ آپ کو سلامت رکھے ہم لوگ در حقیقت اس تمام مال کے امین ہیں اور ان لوگوں کی طرف سے وکیل ہیں اور انہوں نے کہا ہے کہ یہ مال بغیر ثبوت و علامت کے نہ دیا جائے اور یہ دستور و طریقہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے زمانہ سے چلا آرہا ہے۔

خلیفہ نے پوچھا:۔ابو محمد امام حسن عسکری کے پاس کیا ثبوت اور کیا علامت تھی۔

انہوں نے جواب دیا: امام حسن عسکریؑ از خود بتا دیا کرتے تھے کس تھیلی میں کتنی رقم ہے اور کس شخص کی مرتگی ہے اور کل کتنے دینار ہیں تو ہم لوگ وہ رقم ان کے حوالے کر دیتے تھے۔ہم لوگ متعدد بار رقوم لیکر آچکے ہیں آج ہمارے لیے کوئی نئی بات نہیں۔تو یہ تھا ثبوت اور یہ تھی علامت مگر ان کا تو انتقال ہو چکا تھا ہے اب اگر یہ شخص امام اور صاحب امر ہے تو یہ بھی وہی کرے جو اس کے بھائی کیا کرتے تھے ورنہ ہم وہ سب رقم ان کے مالکوں کو واپس کر دیں گے۔

جعفر نے کہا: یاامیر المومنین یہ لوگ جھوٹے ہیں اور ہمارے بھائی کے متعلق جھوٹ کہتے ہیں یہ تو علم غیب ہے۔ خلیفہ نے کہا: مگر یہ لوگ تو فرستادہ ہیں جو کچھ کہا گیا ہے اس پر ہی عمل کریں گے۔

خلیفہ کا یہ جواب سن کر جعفر سے کوئی جواب نہ بن پڑا وہ حیران ہو کر رہ گیا

انہوں نے عرض کیا: امیر المومنین آپ اپنے محافظوں کو حکم دیں کہ وہ ہمیں صحیح وسلامت اس شہر سے نکال دیں۔ خلیفہ نے ایک نقیب کو حکم دیا اور اس نے ان لوگوں کو شہر سے حفاظت نکال دیا۔

جب یہ لوگ اس شہر سے تھوڑی ہی دور چلے تھے کہ ان کے پاس ایک لڑکا آیا جو کسی کا خادم معلوم ہوتا تھا اس نے پکار کر کہا اے فلاں بن فلاں چلو تمہارے مولا تمہیں بلاتے ہیں۔

ان لوگوں نے پوچھا: کیا تم ہی ہمارے مولا ہو؟

اس نے کہا: خدا کی پناہ میں تو تمہارے مولا کا غلام ہوں آپ لوگ ان یک پاس چلیے۔

ان لوگوں کا بیان ہے کہ پھر ہم اس غلام کے ساتھ چل دیئے اور حضرت امام حسن عسکریؑ کے مکان میں داخل ہوئے تو دیکھا ان کے فرزند امام قائمؑ ایک تخت پر تشریف فرمائیں۔ آپؑ کا چہرہ چاند کے ٹکڑے کی طرح چمک رہا

ہے اور آپؑ نے سبز لباس میں ملبوس ہیں ہم نے جا کر سلام کیا انھوں نے جواب سلام دیا پھر فرمایا:

تمہارے پاس کل رقم اتنے دینار ہیں فلاں شخص نے اتنی رقم بھیجی ہے اور فلاں کی اتنی رقم ہے اس طرح فرداً فرداً سب کے نام اور ان کی ارسال کردہ رقم کی بتائی پھر یہ بھی فرمایا کہ تم میں سے کس کے پاس کونسی سواری ہے اور کیا کیا سامان ہے۔

یہ سن کر ہم سجدہ شکر میں گر گئے اور زمین بوسی کر کے اللہ کا شکر ادا کیا کہ اس نے ہمیں اپنے ولی اور ہمارے امام کا تعارف کرا دیا۔

اس کے بعد ہم لوگوں نے اپنے اپنے متعلق جو دریافت کرنا تھا معلوم کیا اور آپؑ نے سب کا جواب دیا اور ساری رقم آپؑ کے حوالے کر دی گئی۔ پھر امام قائمؑ نے حکم دیا کہ آئندہ سرمن رائے میں کوئی مال یا رقم نہ لایا کرو۔ کیونکہ ہم نے بغداد میں ایک شخص کو مقرر کر دیا ہے اس کے پاس لے جایا کرو اور اس کے پاس ہی ہماری تحریریں برآمد ہوا کریں گی۔

صدوق علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ یہ روایت اس امر کو ثابت کرتی ہے کہ خلیفہ وقت خود ہی جانتا تھا کہ امامت کیسا عہدہ ہے۔ اور اس کا اہل کون ہو سکتا ہے۔ اس لئے اس نے ان کی رقم سے تعرض نہ کیا اور ان لوگوں کو جعفر سے محفوظ رکھا اور یہ حکم نہیں دیا کہ تم لوگ یہ سارا مال جعفر کے حوالے کر دو تاہم وہ

امر امامت کو پوشیدہ ہی رکھنا چاہتا تھا ورنہ لوگوں کو پتہ چل جاتا تو سب ان کے حامی ہو کر ان کی طرف مائل ہو جاتے

اور بروایت کافی جب حضرت امام حسن عسکریؑ نے وفات پائی تو جعفر کذاب خلیفہ معتمد کے پاس آیا اور کہنے لگا یا امیر المومنین مرے بھائی کے عہدہ امامت پر آپ مجھے مقرر کر دیجیے ۔میں آپ کو بیس ہزار دینار سالانہ دیا کروں گا۔ خلیفہ معتمد نے کہا: سنو: تمہارے بھائی کو عہدہ امامت ہم لوگوں نے نہیں دیا تھا۔بلکہ یہ عہدہ انہیں اللہ کی طرف سے عطا ہوا تھا بلکہ ہم لوگوں نے تو بہت کوشش کی کہ ان کی منزلت کو گھٹائیں مگر اللہ کی منشا یہ نہ تھی بلکہ وہ روز بروز ان کے علم وعبادت کی وجہ سے ان کے مرتبے اور منزلت کو بڑھاتا رہا۔اور اگر واقعاً تم اپنے بھائی کے شیعوں کی نظر میں ان کے جانشین ہو تو ہمیں مقرر کرنے کی کیا ضرورت ہے اور اگر ان لوگوں کی نظر میں تم اپنے بھائی کے جانشین نہیں ہو اور تمہارے اندر وہ اوصاف نہیں جو تمہارے بھائی میں تھے تو ہمارا امام مقرر کرنا تمہیں کوئی فائدہ نہ دے گا۔

(کمال الدین۔تمام النعمۃ جلد 2 صفحہ 152 بحار الانوار جلد 12 صفحہ 555 تا 558)

☆ بادشاہ وقت معتمد نے بھی وہی روایت جاری رکھی اور یہ اقرار کرکے بھی کہ امام حسن عسکریؑ کو امامت اللہ نے عطا کی ہے لیکن پھر بھی اس نے آپؑ کو

زہر سے شہید کرادیا۔ کیا یہ اجر رسالت ہے۔

حضرت امام مہدی آخر الزمانؑ

ابن متوکل نے حمیری سے انہوں نے محمد بن احمد علوی سے انہوں نے ابی غانم خادم حضرت ابو محمدؑ سے روایت کی ہے کہ جب حضرت صاحب الزمانؑ تولد ہوئے تو حضرت ابو محمد امام حسن عسکریؑ نے انہیں اپنے اصحاب کو لا کر دکھایا اور فرمایا:

یہی تمہارے امام اور میرے بعد تم پر میرے خلیفہ ونائب ہیں۔ یہی وہ قائم ہیں جن کے انتظار میں لوگوں کی گردنیں ان کی طرف اٹھیں گی اور جب ساری زمین ظلم وجور سے پر ہو جائے گی تو یہ ظہور کریں گے اور زمین کو عدل وانصاف سے اس طرح بھر دیں گے جس طرح وہ پہلے ظلم وجور سے بھری ہوئی ہو گی۔

(بحار الانوار جلد 11 صفحہ 28 تا 29)

جب اللہ کو جلدی نہیں تو تم جلدی مت چاہو

نہج البلاغہ میں امیر المومنینؑ نے فرمایا:

زمین پکڑے رہو۔ مصائب پر صبر سے کام لو۔ اپنے ہاتھوں اور

تلواروں کو بالکل حرکت مت دو-زبان روکے رکھو-جب اللہ تعالی کو خود تمہارے لیے جلدی نہیں ہے تو پھر تم کیوں جلدی چاہتے ہو-اگر تم میں سے کوئی اس دور میں مر گیا بشرطیکہ وہ اللہ کی معرفت رکھتا ہو اور اللہ کے رسولؐ اور ان کے اہل بیتؑ کے حق کو پہچانتا ہوا مرے تو وہ شہید مرے گا-اللہ اس کو شہید کا ثواب دے گا-اور جن اعمال صالح کی نیت و تمنا رکھتا ہو-ان سب کا ثواب اس کو عطا ہو گا-تلوار چلانے کی نیت ہی تلوار چلانے کی قائم مقام بن جائے گی-اس لیے کہ ہر شے کیلئے ایک وقت مقرر ہے-

(نہج البلاغہ-بحار الانوار جلد 11 صفحہ 190 تا 691)

علائم قبل از ظہور

ثقۃ الاسلام کلینی نے انہوں نے قاسم بن علاء سے انہوں نے اسماعیل بن علی قزوینی سے انہوں نے علی بن اسماعیل سے انہوں نے عاصم بن حمید سے انہوں نے محمد بن مسلم سے اور محمد نے بیان کیا کہ میں نے حضرت امام محمد باقرؑ کو فرماتے ہوئے سنا-آپؑ نے فرمایا: امام قائمؑ رعب و دبدبے سے مدد یافتہ ہوں گے ان کو اللہ کی طرف سے نصرت حاصل ہو گی ان کے لئے زمین سمٹ جائے گی اور زمین کے پوشیدہ خزانے ان پر ظاہر ہو جائیں گے ان کی سلطنت سارے مشرق و مغرب پر پھیل جائے گی اللہ تعالی ان کے ذریعے سے اپنے دین کو

ظاہر و غالب کرے گا خواہ مشرکین اسے کتنا ہی ناپسند کریں۔

پھر زمین پر جتنے غیر آباد اور کھنڈرات ہیں وہ آباد ہوں گے اور حضرت عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے اور وہ امام قائمؑ کی اقتدا میں نماز پڑھیں گے۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا: فرزند رسول آپؑ کے قائم کب ظہور فرمائیں گے آپؑ نے فرمایا:-

جب مرد خود کو عورتوں کے مشابہ اور عورتیں خود کو مردوں کے مشابہ بنائیں۔ اور مرد اپنی خواہش مردوں سے پوری کرنے لگیں گے۔اور عورتیں اپنی جنسی خواہش عورتوں سے پوری کرنے پر اکتفا کریں گی۔ عورتیں زین کسی ہوئی سواریوں پر سوار ہوں گی۔ جھوٹی گواہیاں قبول کی جائیں گی اور صاحبان عدل کی گواہیاں مسترد کردی جائیں گی۔انسانوں کے خون کو معمولی سمجھا جائے گا۔زنا کا ارتکاب (کثرت) سے ہوگا۔لوگ سود خور ہوں گے۔اشرار کی زبانوں سے لوگ ڈریں گے۔

سفیانی شام سے اور یمانی یمن سے خروج کریں گے اور بیابان میں زمین شق ہوگی۔اور آل محمد کا ایک نوجوان جس کا نام محمد بن حسن نفس ذکیہ ہے رکن ومقام کے درمیان قتل کردیا جائے گا اور آسمان سے ندا آئے گی کہ حق اس میں (قائم میں) ہے اور اس کے شیعوں میں ہے۔ تو اس وقت ہمارا قائم خروج کرے گا

پھر فرمایا:

﴿اور جب وہ ظہور کرے گا تو کعبہ کی دیوار سے اپنی پشت ٹیک کر کھڑا ہوگا۔اس کے قریب اس وقت تین سو تیرہ آدمی جمع ہوں گے اور سب سے پہلے جو بات اس کے منہ سے نکلے گی وہ یہ آیت ہوگی (سورہ ہود آیت 86) اللہ کا بقیہ (نشانی) تم سے بہتر ہے (تمہارے لیے اچھا فائدہ مند ہے اگر ایمان والے ہو)﴾۔

پھر وہ کہیں گے کہ اللہ کی زمین پر میں بقیۃ اللہ (اللہ کی نشانی) ہوں۔

پھر جب دس ہزار آدمی اس کی بیعت کرلیں گے تو آپؑ وہاں سے روانہ ہوں گے اور روئے زمین پر سوائے اللہ کے ہر وہ چیز جس کی لوگ عبادت کرتے ہیں یعنی بت وغیرہ۔ان سب کو آگ لگا کر جلا ڈالیں گے اور یہ طویل غیبت کے بعد ہوگا تاکہ اللہ جان لے کہ ہمارے غیب کی کون اطاعت کرتا ہے اور کون اس پر ایمان رکھتا ہے۔

(اکمال الدین بحار الانوار جلد 12 صفحہ 77 تا 79)

زمین کبھی حجت خدا سے خالی نہ رہے گی

طالقانی نے ابی علی بن ہمام سے اور انہوں نے کہا میں نے محمد بن عثمان عمری قدس اللہ روحہ سے سنا۔انہوں نے بتایا کہ میرے والد کہا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ میں حضرت ابو محمد امام حسنؑ بن علیؑ کی خدمت میں موجود تھا کہ آپؑ

سے سوال کیا گیا اس حدیث کے متعلق جو ان کے آبائے کرام سے روایت کی گئی کہ (زمین قیامت تک حجت خدا سے خالی نہ رہے گی۔ اور یہ کہ جو اپنے امام زمانہ کی معرفت نہ رکھتا ہو وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے)

فرمایا: یہ دو حدیثیں حق ہیں جس طرح دن کا ہونا حق ہے۔ آپؑ سے عرض کیا گیا: فرزند رسولؐ: پھر آپؑ کے بعد حجت اور امام کون ہوگا۔ آپؑ نے فرمایا: میرا فرزند محمدؑ۔ وہی میرے بعد امام اور حجت ہوگا۔ جو شخص بغیر اس کی معرفت کے مر جائے۔ وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔ لیکن وہ پردہ غیبت میں رہے گا۔ جس کی وجہ سے جاہل حیران و سرگرداں رہیں گے۔ اہل باطل ہلاکت میں پڑیں گے اور اس کے ظہور کا وقت بتانے والے جھوٹے ثابت ہوں گے۔ پھر اس کا ظہور ہوگا تو گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ نجف کوفہ کے اندر اس کے سر پر علم کا سفید پھریرا لہرا رہا ہے۔

(بحار الانوار جلد 11 صفحہ 197 تا 298)

☆ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ امامت ختم ہو چکی ہے۔ وہ حضور اکرمؐ کو اذیت دیتے ہیں اور جو نبی اکرمؐ کو اذیت دے اس نے خدا کو اذیت دی۔ یہ اجر رسالت تو نہ ہوا۔ اور لوگ ثابت قدم ہیں اور امام کی معرفت رکھ کر ان کا انتظار کر رہے ہیں وہ اجر رسالت ادا کر رہے ہیں۔ امامؑ ظہور فرما کر ان تمام ظالموں کو ختم کریں گے جنھوں نے خاندان رسالتؐ کے ساتھ غداری کی۔ نبی کا کلمہ پڑھ کر اس کی اولاد کا

خون بہایا کیسا اجر رسالت ہے۔

اسیران آل محمدؐ کی کوفہ میں آمد

مقتل ابو مخنف میں ہے راوی کہتا ہے کہ 61ھ کو میں کوفہ آیا تمام کوفہ میں عید کا سماں تھا۔ میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ آج امت مسلمہ میں کونسی عید ہے کچھ لوگ تھے جو رو رہے تھے اور کثریت فرط مسرت سے جھوم رہی تھی ۔البتہ کوفہ کی عورتوں میں مجھے خال خال ایسی عورت نظر آئی جس نے لباس عید پہن رکھا ہو۔ ورنہ تمام عوتیں سیاہ لباس پہنے ہوئے کھلے سر چھتوں پر سوار ہائے نبیؐ ہائے علیؑ کر کے ماتم کر رہی تھیں۔ میں ایک بوڑھے آدمی کے قریب آیا اور اس سے ملی جلی خوشی اور غمی کا سبب پوچھا اس نے میرا ہاتھ پکڑا مجھے علیحدہ لے گیا۔ دھاڑیں مار کر رونے لگا اور کہا۔ آج ہماری کیا عید ہے آج ہماری بدبختی کی انتہا کا دن ہے جو خوشی کر رہے ہیں یہ بنی امیہ کے بہی خواہ ہیں اور جو رو رہے ہیں یہ نبی اکرمؐ کے جانثار ہیں۔ پرسوں میدان کربلا میں اموی حکمران نے اپنے مقتولین بدر کے قرض اولاد نبیؐ سے چکائے ہیں۔ فرزند رسولؐ حسینؑ اور اس کے تمام کنبے کو تین دن کا بھوکا اور پیاسا شہید کر دیا ہے آج دختران زہراؑ کو اسیر کر کے ابن زیاد کے دربار میں پیش کیا جا رہا ہے ابھی اس کی بات ختم نہ ہوئی تھی کہ ڈھول پٹنے باجے بجنے اور نعروں کی آواز بلند ہوئی۔ علم لہراتے ہوئے سامنے آئے۔ سر حسینؑ نوک نیزہ پر سوار تھا نور کی کرنیں پھوٹ کر آسمان تک جا رہی تھیں۔ علی

بن حسینؑ بے پالان کے اونٹ پر ہاتھ پس گردن بندھے ہوئے۔ گلے میں طوق اور پاؤں میں بیڑیاں تھیں اور دونوں پاؤں اونٹ کی پشت سے بندھے تھے۔ اس کے بعد اونٹ آئے اور ہر اونٹ پر ایک مستور سر برہنہ ہاتھ پس گردن بندھے ہوئے سوار تھی۔ بالوں سے پردہ بنائے ہوئے تھیں۔ ہر دیکھنے والی آنکھ اشکبار ہو گئی اتنے میں ایک آواز آئی۔

اے اہل کوفہ آنکھیں بند کر لو۔ کیا تمھیں اللہ اور رسولؐ سے حیا نہیں آرہی کہ بنات رسول سر برہنہ ہیں اور تم آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہے ہو۔

عجیب اثر تھا اس آواز میں۔ میں نے دیکھا کہ اس کے بعد کسی میں اتنی ہمت ہی نہ تھی کہ کوئی سر اٹھا کر اونٹوں کی طرف دیکھتا۔

(معالی السبطین جلد دوم 175 تا 177)

☆ ﴾کیا اجر رسالت ہے۔ کیا نبی اکرمؐ نے ایسی مودت کو اجر رسالت کے طور پر مانگی تھی۔ اور نواسہ رسولؐ جو سینہ رسول پر پروان چڑھا آج اس کا سر نوک نیزہ پر سوار ہے نبی کی نواسیاں برہنہ سر شہر میں داخل ہو رہی ہیں۔ کیا یہ مسلمان اب بھی جنت کی آس میں بیٹھے ہیں ہرگز ہرگز یہ جنت میں نہ جائیں گے۔ کیونکہ انھوں نے رسول کو اذیت دی۔﴿

ابو الایمان حضرت ابو طالب علیہ السلام

آپ کا اصل نام عمران اور کنیت ابو طالب ہے۔ آپ کو حضرت امام علی علیہ السلام کے پدر بزرگوار ہونے کا شرف حاصل ہے۔

بعض کتب معتبرہ میں ہے کہ جب حضرت ابو طالبؑ جناب رسالت مآب کو دیکھتے تھے تو رو دیتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ جب میں ان کو دیکھتا ہوں تو مجھے اپنا بھائی یاد آجاتا ہے۔ حضرت ابو طالبؑ کا یہ دستور تھا کہ رات کو جناب رسالت مآبؐ کے بستر پر علیؑ کو لٹا دیا کرتے تھے تاکہ دشمن جناب رسالت مآبؐ کی خواب گاہ پر اطلاع پا کر ان کو قتل نہ کر دیں ایک رات حضرت علیؑ نے دریافت کیا بابا جان کیا آپ مجھے یہاں قتل ہونے کے لیے سلاتے ہیں؟ تو حضرت ابو طالبؑ نے فرمایا:

بیٹا صبر کرو کہ صبر دانش مندی ہے کیونکہ ہر زندہ کا انجام موت ہے گو آزمائش سخت ہے لیکن ہم تجھے اپنے دوست اور دوست کے فرزند کا فدیہ بنا چکے ہیں۔

پس حضرت علیؑ نے اپنے باپ کا نظریہ معلوم کر کے اشعار ہی میں جواب دیا:

کیا آپ مجھے حضرت محمدؐ کی نصرت کے لیے صبر کی تلقین فرماتے ہیں۔

حالانکہ خدا کی قسم جو کچھ میں نے عرض کیا تھا وہ جزع و فزع کی بنا پر نہ تھا لیکن میں تو چاہتا ہوں کہ آپ میری نصرت و یاوری کے کارنامے ملاحظہ فرمائیں- اور دیکھیں کہ میں ہر دم کس طرح آپ کا اطاعت گذار ہوں ضرور رضائے خدا کے لیے حضرت محمدؐ کی نصرت میں کوشش کروں گا- جو پیغمبر ہدایت ہیں- بچپن اور جوانی میں-

(تفسیر انوار النجف جلد 5 صفحہ 202)

آئمہ طاہرین کے ارشادات

1- حضرت امام علی زین العابدین علیہ السلام سے حضرت ابو طالبؑ کے ایمان کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا کہ بفرمان خدا کوئی مسلمان عورت کافر کے نکاح میں نہیں رہ سکتی اور حضرت فاطمہ بنت اسد جو عورتوں میں سے پہلے اظہار اسلام کرنے والی تھیں- ان کا حضرت ابو طالبؑ کے نکاح میں رہنا حضرت ابو طالبؑ کے ایمان کی دلیل ہے- ورنہ جناب رسالتمابؐ قطعاً برداشت نہ کرتے-

2- امام محمد باقر علیہ السلام سے جب دریافت کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا کہ تمام مخلوق کا ایمان ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا جائے اور حضرت ابو طالبؑ کا ایمان دوسرے پلڑے میں ہو تو حضرت ابو طالبؑ کا ایمان وزنی ہو گا-

3- امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا جس طرح اصحاب کہف دل سے مومن تھے اور ظاہر میں کفار سے ملے جلے رہتے تھے پس خدا نے ان کو دوگنا اجر عطا فرمایا اسی طرح ہمارے جد حضرت ابو طالبؑ کا رویہ رہا اور ان کو خدا دوگنا اجر عطا فرمائے گا۔

4- امام حسن عسکری علیہ السلام سے منقول ہے کہ خدا نے رسولؐ کو وحی کی تھی کہ میں دو قسم کے مددگاروں سے تیری تائید کروں گا۔ایک پوشیدہ اور ایک ظاہر۔پوشیدہ امداد کرنے والوں کا سردار علی ابن ابی طالب ہے۔

(تفسیر انوار النجف جلد 5 صفحہ 208 تا 209)

رسول کریمؐ کی پرورش

جب آپؐ کی عمر 8 سال کی ہوئی تو آپؐ کے دادا عبد المطلبؑ کا انتقال ہو گیا۔عبد المطلب کی وفات کے بعد آپؐ کے بڑے چچا جناب ابو طالبؑ اور آپؐ کی چچی فاطمہؑ بنت اسد نے فرائض تربیت اپنے اوپر عائد کیے۔اور اس شان سے تربیت کی کہ دنیا نے آپؐ کی ہمدردی اور خلوص کا لوہا مان لیا۔جناب عبد المطلبؑ کے بعد جناب ابو طالبؑ بھی خانہ کعبہ کے محافظ اور متولی اور سردار قریش تھے۔حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ کوئی غریب اس شان کا سردار نہیں ہوا جس شان و شوکت کی سرداری میرے پدر محترم کو خدا نے دی تھی۔ (الیعقوبی جلد 2 صفحہ 12)

نبیؐ کا نکاح خواں

جناب خدیجہؑ بنت خویلد نے جو انتہائی پاکیزہ نفس و خوش اخلاق اور خاندان قریش میں سب سے زیادہ دولت مند تھیں۔ ایسے حال میں اپنی شادی کا پیغام پہنچایا جب کہ ان کی عمر چالیس سال کی تھی۔ پیغام عقد منظور ہوا۔ اور حضرت ابو طالبؑ نے نکاح پڑھا۔

(تلخیص سیرت النبیؐ علامہ شبلی صفحہ 99 طبع لاہور)

مورخ ابن واضح کا بیان ہے کہ حضرت ابو طالبؑ نے جو خطبہ نکاح پڑھا اس کی ابتدا اس طرح تھی۔

تمام تعریفیں اس خدائے واحد کے لیے ہیں جس نے ہمیں نسل ابراہیم اور ذریت اسمٰعیلؑ سے قرار دیا ہے۔

(الیعقوبی جلد 2 صفحہ 173 تا 174)

جناب یہ کیسا اجر رسالتؑ ہے۔ مسلمان اس عظیم ہستی کے ایمان پر شک کرتے ہیں کہ جس کی گود میں رسالتؑ پروان چڑھی جس کا بیٹا علیؑ کل ایمان ہے۔ جو رسالت کا نگہبان اور نبیؐ کا نکاح خواں ہے۔ کیا یہ اجر رسالت ہے کہ جو رسالت کی حفاظت کرے اس کو کافر کہا جاتا ہے افسوس ہے ایسے مسلمانوں کی سوچ پر یہ حضرت ابو طالبؑ کے ایمان پر شک نہیں بلکہ نبیؐ کی نبوت پر بہتان ہے۔

جناب فضہ کنیز فاطمہ الزہراؑ

جناب فضہ کا اصل نام میمونہ تھا۔ حضرت رسول کریمؐ نے ان کا نام فضہ رکھا۔ فضہ کے معنی چاندی کے ہیں گویا رسول اکرمؐ نے ان کے سیاہ فام ہونے کے باوجود انہیں چاندی بنادیا اور روشن ضمیر کر دیا۔ علامہ شیخ جعفر بن محمد بن جعفر زاری لکھتے ہیں کہ وہ حبشہ کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ کی دختر نیک اختر تھیں۔

(الانوار العلویہ صفحہ 106 طبع نجف اشرف)

جناب فضہ جب فاطمہ زہراؑ کی خدمت میں آئیں تو انھوں نے شاہی ٹھاٹ باٹھ کو خیر باد کہہ کر حضرت فاطمہ زہراؑ کی خدمت کو اپنا فریضہ بنالیا۔ وہ پاکیزہ دل کی خاتون تھیں اور پاک گھرانے کی خدمت کو دنیا و آخرت کی عزت سمجھتی تھیں۔

شہادت حضرت فاطمہ الزہراؑ کے بعد جناب فضہ اسی گھر میں رہیں پھر جناب زینبؑ کی کنیزی میں آگئیں۔ پھر جب عقیلہ قریش اپنے بھائی کے ہمراہ عراق کی جانب روانہ ہوئیں تو جناب فضہ بھی ان کے ہمراہ کربلا کے میدان میں ائیں۔ کربلا کے بعد شام و کوفہ گئیں۔ قید کی سختیاں سہیں مگر آل محمدؐ کا دامن نہ چھوڑا۔ (چودہ ستارہ)

☆ یہ ہے اجر رسالت اور مسلمانوں کے لیے نمونہ عمل ہے۔ جناب فضہ نے شاہی چھوڑ کر آل محمدؐ کی غلامی میں آنا پسند کیا اور ہر حالت میں اس گھرانے کے ساتھ وفاداری کی۔ نبی اکرمؐ نے ایسی ہی مودت کو اجر رسالتؐ کے طور پر طلب کیا تھا۔ وفاداری یہ ہے کہ خوشحالی اور غربت دونوں حالتوں میں اپنے مالکوں کا ساتھ دیا جائے تاریخ گواہ ہے کہ حسنین شریفین کی پرورش اس کے بعد کربلا کے واقعات سے لیکر تاحیات انھوں نے اس گھرانے کو نہ چھوڑا۔☆

جناب عمارؓ یاسر ☆صحابی رسولؐ☆

امام حسن عسکری علیہ السلام کی تفسیر میں مذکور ہے کہ ایک روز صبح کو آنحضرتؐ مسجد میں تشریف فرماتھے اور مسجد صحابہ سے بھری ہوئی تھی۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ تم میں سے کس شخص نے آج اپنے برادر مومن کی اپنی شان کے شایان مدد کی؟

امیر المومنین علیؑ نے فرمایا کہ میں نے۔ حضرت محمدؐ نے پوچھا کیا مدد کی؟

جناب امیر المومنین علیہ السلام نے عرض کی کہ میرا گذر عمار یاسر کی طرف ہوا۔ ایک یہودی ان سے لپٹا ہوا تھا جس کا تیس درہم عمار کے ذمہ قرض تھا جب عمار نے مجھ کو دیکھا تو کہا اے برادر رسولؐ اللہ یہ یہودی مجھ سے لڑ رہا ہے

اور مجھے اذیت پہنچاتا ہے اور ذلیل کرتا ہے صرف اس وجہ سے کہ آپ اہل بیت سے میں محبت کرتا ہوں۔

لہذا اپنی شان و عزت کے صدقہ میں مجھے اس سے رہائی دلوایئے۔ جب میں نے چاہا کہ اس یہودی سے ان کے بارے میں کچھ گفتگو کروں تو عمار نے کہا اے برادر رسولؐ میں آپؑ کو اپنے دل اور آنکھوں سے زیادہ عزیز رکھتا ہوں۔ اس بات سے کہ آپؑ میری اس یہودی سے سفارش کریں بلکہ آپؑ اس سے سفارش کریں جو آپؑ کی کوئی حاجت رد نہیں کرتا۔ آپؑ اسی سے میرے متعلق سوال فرمایئے کہ اس یہودی کا قرض ادا کرنے میں میری مدد فرمائے اور مجھے قرض لینے سے بے نیاز کردے میں نے دعا کی کہ خداوندا جو ان کی خواہش ہے ان کو عطا فرما۔

اور اس دعا کے بعد میں نے عمار سے کہا کہ ہاتھ بڑھا کر جو کچھ اپنے آگے پاؤ پتھر اور ڈھیلا اٹھالو کہ وہ تمہارے واسطے خالص سونا ہو جائے تو انہوں نے ہاتھ بڑھا کر ایک بڑا پتھر اٹھایا جو کئی من کا تھا وہ خدا کی قدرت اور اعجاز سید الاوصیاؑ سے سونے میں تبدیل ہو گیا۔ تو انھوں نے یہودی سے کہا تیرا قرض کتنا ہے؟ یہودی نے کہا تیس درم اس وقت عمار نے کہا خداوندا اس بزرگ عزت کا واسطہ جس کی شان کے سبب تو نے اس پتھر کو سونا بنایا ہے میں تجھے قسم دیتا ہوں کہ اس سونے کو ایسا نرم کردے کہ میں یہودی کے قرض کے مطابق اسمیں سے علیحدہ کروں تو خداوند عالم نے اس کو اسقدر نرم کردیا کہ عمار نے بآسانی اسمیں سے تین مثقال

کے وزن کے برابر توڑ کر اس یہودی کو دے دیا پھر باقی ماندہ سونے پر نگاہ کی اور کہا خداوندا میں نے سنا ہے کہ تو نے قرآن میں فرمایا ہے۔

(پارہ 30 سورہ علق آیت 6 تا 7)

ترجمہ: یعنی یقیناً انسان سرکش ہو جاتا ہے جبکہ اپنے کو بے نیاز پاتا ہے۔

لیکن میں بے نیازی پسند نہیں کرتا جو میری سرکشی کا باعث ہو۔ لہذا اے معبود اس سونے کو اسی کی عزت وجاہ کا واسطہ جس کے سبب سے تو نے اس کو پتھر سے سونا بنا دیا پھر اس کو پتھر بنا دے۔ غرض وہ پتھر ہو گیا۔ اور عمار نے اس کو پھینک دیا۔ اور کہا اے رسولؐ خدا کے بھائی میرے لیے دنیا و آخرت میں یہی کافی ہے کہ آپؑ کا شیعہ اور دوست ہوں۔

یہ سن کر جناب رسولؐ خدا نے فرمایا کہ عمار کی اس بات سے ساتوں آسمانوں کے فرشتوں کو تعجب ہوا۔ اور خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں عمار کی مدح و ثنا میں آوازیں بلند کیں اور رحمت الٰہی کی بارش مسلسل عرش اعظم سے ان پر ہوئی۔ پھر عمار سے فرمایا کہ اے ابوالیقظان تم کو خوش خبری ہو کہ دیانت میں علیؑ کے بھائی ہو۔

اور ان کی محبت کرنے والے نیک لوگوں میں سے ہو۔ اور ان میں سے ہو جو ان کی محبت میں قتل کیے جائیں گے۔

اور تم کو ایک گروہ قتل کرے گا [illegible] سحری تمہارا توشہ ایک صاع دودھ ہو گا۔ جب تو تم پیو گے [illegible] ارواح محمد و آل محمد علیہم السلام سے جو خلق میں سب سے زیادہ بہتر ہیں۔ ملحق ہو جاؤ گے۔ اور تم میرے نیک شیعوں میں سے ہو۔

(حیات القلوب جلد 2 صفحہ 923 تا 924)

یہ ہے اجر رسالت اور اجر رسالت ادا کرنے والے کا یہ اجر ہے۔ ان سے اللہ تعالیٰ بھی راضی فرشتے بھی راضی اور جن سے محبت رکھتا ہے وہ بھی راضی ہیں۔ جو بھی ان کی مودت کو سب سے اعلیٰ درجہ دے گا اس کا انجام بخیر ہو گا۔ عمار یاسر بھی اجر رسالت ادا کرنے والوں میں نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ جن کو حضورؐ نے اپنے خاص شیعوں میں قرار دیا ہے۔

جناب بلالؓ

کتاب تنبیہ الخواطر میں مرقوم ہے کہ:

بعض اوقات ایسا ہوتا تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دوسرے لوگ نماز کے وقت مسجد میں بیٹھے ہوئے حضرت بلال کا انتظار کرتے رہتے تھے کہ وہ آکر اذان کہیں تاکہ نماز شروع کی جائے بلال کچھ تاخیر سے پہنچتے تھے تو آنحضرتؐ تاخیر کی وجہ دریافت فرماتے تھے۔ وہ جواب میں عرض کرتے

تھے یا رسول اللہؐ!

میں شہزادی فاطمہؑ کے مکان کی طرف سے گذر رہا تھا کہ دیکھا کہ آپؑ اپنے بیٹے حسنؑ کو گود میں لیکر چکی پیستی جاتی ہیں اور روتی جاتی ہیں میں نے ان سے کہا کہ اگر آپؑ کی مرضی ہو تو میں آپ کے بیٹے کو بہلاؤں یا آپؑ اپنے بیٹے کو بہلائیں چکی میں پیس دوں۔

حضرت فاطمہ الزہراؑ نے جواب دیا نہیں بچے کو تم مجھ سے بہتر نہ بہلا سکو گے۔

میں نے یہ جواب سن کر چکی سنبھال لی اور پیسنے لگا اس لیئے آنے میں تاخیر ہوئی آپؐ نے فرمایا تم نے فاطمہؑ پر ترس کھایا۔اللہ تم پر رحم فرمائے گا۔

(بحار الانوار جلد 3 صفحہ 57)

بلال سے اذان کی فرمائش

بعد وفات رسول اکرمؐ بلال نے اذان کہنی ترک کر دی اور کہا کہ میں آنحضرتؐ کے بعد اب کسی کے لیے اذان نہیں کہوں گا۔

ایک روز جناب فاطمہؑ زہرا نے فرمایا میرا جی چاہتا ہے کہ میں اپنے بابا کے موذن کی اذان سنوں :۔

اس کی اطلاع حضرت بلال کو ملی تو جناب فاطمہؑ زہرا کی خاطر گلدستہ اذان پر پہنچے اور اذان شروع کی جونہی حضرت بلال نے اللہ اکبر کہا: شہزادی کو بابا کا زمانہ یاد آگیا بیقرار ہو کر رونے لگیں۔ اذان کہتے کہتے جب حضرت بلال نے اشہد ان محمد رسول اللہ کہا تو فاطمہؑ زہرا نے ایک چیخ ماری اور غش کھا کر گر پڑھیں۔ لوگوں نے بڑھ کر بلال سے کہا اب کس کے لیے اذان کہتے ہو دختر رسول کا تو انتقال ہو گیا۔

بلال نے اذان موقوف کر دی۔ جب آپؑ کو ہوش آیا اور پتہ چلا کہ بلال نے اذان موقوف کر دی ہے تو کہلایا کہ:

بلال سے کہو کہ اذان کو مکمل کریں۔

بلال نے عرض کیا۔ دختر رسول: مجھے آپ کی موت کا خوف ہے اس لیے مجھے معاف فرمائیں میں اب اذان نہ کہوں گا۔

(من لا یحضرہ الفقیہ باب الاذان)(بحار الانوار جلد 3 صفحہ 191 تا 192)

☆ ﴿اس کا نام اجر رسالت ہے کہ دختر رسول اکرمؐ فرمائش کریں کہ بلال اذان دے۔ حضرت بلال اجر رسالت ادا کرنے والوں میں شامل ہیں۔ جب وہ اذان نہ دیں تو صبح نہ ہو خالق کو بھی اس سے محبت ہے۔ کیونکہ یہ آل محمدؐ سے مودت رکھنے والوں میں شامل ہیں۔﴾

جناب مختار ابن ابی ثقفی

جناب مختار 1 ہجری میں طائف میں پیدا ہوئے اور 67 ہجری میں مصعب بن زبیر کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ان کی کنیت ابو اسحٰق اور لقب کیسان تھا۔ زمانہ بچپن میں مختار کا باپ مختار کو اٹھا کر مدینہ میں آیا اور خدمت جناب امیرؑ میں حاضر ہوا۔ حضرت امیر المومنینؑ نے مختار کو اپنی گود میں بٹھایا اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔اور فرمایا اے واثا۔اے واثا۔ اسی وجہ سے ان کا لقب کیسان مشہور ہوگیا۔ جناب مختار 13 برس تک طائف کی آزاد پاک و پاکیزہ آب وہوا میں تربیت پاتے رہے فن شہسواری تیر اندازی اور کشتی بازی میں اپنے ہم عمر طبقہ سے بہت بڑھ گئے۔علاوہ ازاین دانائی ہوش مندی اور فصاحت وبلاغت میں طرہ امتیاز رکھتے تھے۔ صحابہ رسولؐ سے فیوضات علمیہ تفسیر وحدیث وفقہ حاصل کرتے رہے۔ خصوصا جناب امیر المومنین علیہ السلام سے ان کو شرف تلمذ حاصل تھا تینوں خلافتوں کے دور میں انھوں نے اہل بیتؑ کی مظلومیت کا خوب جائزہ لیا پھر حضرت علیؑ کی بیعت کی اور کوفہ میں جا آباد ہوئے۔

(اصحاب الیمین باب 4 صفحہ 176 تا 178)

واقعہ کربلا اور مختار

جب جناب مسلم بن عقیلؑ کوفہ تشریف لائے تو جناب مختار نے سب

سے پہلے آپ کو مہمان رکھا تھا- آپ کو ابن زیاد نے آل محمدؐ سے محبت کے جرم میں قید کر دیا تھا- وہاں سے چھوٹنے کے بعد آپ نے خون حسینؑ کا بدلہ لینے کا عزم کر لیا تھا- چنانچہ 66 ہجری میں ایک بڑی جماعت کے ساتھ بر آمد ہو کر کوفہ کے حاکم بن بیٹھے- اور آپ نے کتاب و سنت اور انتقام خون حسینؑ پر بیعت لیکر بڑی مستعدی سے انتقام لینا شروع کیا- شمر کو قتل کر دیا- خولی کو قتل کر کے آگ میں جلادیا- عمر بن سعد اور اس کے بیٹے حفص کو قتل کیا-

(تاریخ ابو الفداء)

ملا مبین لکھتے ہیں کہ شمر کو قتل کر کے اس کی لاش کو اسی طرح گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال کرا دیا- جس طرح اس نے امام حسین علیہ السلام کی لاش کو پامال کیا تھا-

(وسیلہ النجات)

جناب مختار نے ابن زیاد کا سر حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں مدینہ منورہ بھیج دیا- جس وقت وہ سر پہنچا تو آپؑ نے شکر خدا ادا کیا- اور مختار کو دعائیں دیں-

مورخین کا بیان ہے کہ اسی وقت سے ان عورتوں نے بالوں میں کنگھی کرنی اور سر میں تیل ڈالنا اور آنکھوں میں سرمہ لگانا شروع کیا جو واقعہ کربلا کے بعد

سے ان چیزوں کو چھوڑے ہوئے تھیں۔

(عقد فرید جلد 2 صفحہ 251)(نور الابصار صفحہ 124)(بحار الانوار جلد 2 صفحہ 171)

مختار کی فضیلت

بحار الانوار میں بروایت رجال کشی منقول ہے کہ ایک مرتبہ عید قربان کے دن مختار کا لڑکا حکم امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ امام نے دریافت کیا کہ تو کون ہے اس نے جواب دیا میں مختار کا لڑکا حکم ہوں۔ آپؑ نے اس کو زیادہ قریب کیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپؑ اس کو اپنی گود میں بٹھانا چاہتے ہیں۔ پس اس نے عرض کی کہ حضور لوگ میرے باپ کو برا بھلا کہتے ہیں۔ ان کے متعلق آپؑ کی کیا رائے ہے۔ کیونکہ میں آپؑ کے فرمان کو آخری فیصلہ سمجھتا ہوں۔ آپؑ نے پوچھا کہ لوگ تیرے باپ کو کیا کہتے ہیں۔ تو اس نے جواب دیا کہ کہتے ہیں وہ جھوٹا اور کذاب تھا۔ آپؑ نے فرمایا سبحان اللہ!

میں نے اپنے والد سے سنا ہے کہ میری والدہ کا حق مہر۔ ان روپوں سے تھا جو مختار نے ہماری طرف بھیجے تھے۔ مختار نے ہمارے گھروں کو آباد کیا۔ اور اس نے ہمارے دشمنوں کو قتل کیا اور ہمارے خون کا بدلہ لیا خدا مختار پر رحمت نازل فرمائے۔

یہ روایت صاف طور پر دلالت کرتی ہے کہ مختار مرد مومن تھا اور اس کا فعل امام کی نظر میں درست تھا اور امام کا اس کے حق میں دعا کرنا اس کے مومن ہونے کے لیے کافی ہے اور مرزا حبیب اللہ خوئی نے شرح نہج البلاغہ جلد 2 صفحہ 75 پر اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد کہا ہے کہ مختار کی فضیلت کے لیے صرف یہی حدیث کافی ہے۔

(اصحاب الیمین صفحہ 206 تا 207)(بحار الانوار جلد 2 صفحہ 170)

(مجالس المومنین صفحہ 346)(الدمعۃ الساکبہ جلد 2 صفحہ 362 تا 363)

☆ ﴿یہ ہے اجر رسالت اس کی عمدہ مثال جناب مختار نے اپنے عمل سے قائم کی۔ اور جو افراد جناب مختار کی عقیدہ پر شک کرتے ہیں۔ وہ آل محمدؐ کے دشمن ہیں۔ کیونکہ دشمنان آل محمدؐ نے جہاں آل محمدؐ کی ذوات طاہرہ کو مٹانے کی کوشش کی ہے وہاں انھوں نے محبان آل محمدؐ کے مٹانے میں بھی کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ چنانچہ ان لوگوں نے محبان آل محمدؐ کی کردار کشی شروع کر دی اور طرح طرح کی کہانیاں گھڑ کر انھیں بدنام کیا۔ انھی اموی دستر خوان پر پلنے والے مورخین کی خانہ ساز باتوں اور اتہامات کا نشانہ جناب مختار بھی بنے ہیں۔ بہر حال انھوں نے جس طرح اجر رسالت ادا کیا ہے تاریخ میں ان کا نام سنہری حروف سے درج ہے اور ارباب عصمت کے فرمان کے مطابق مختار مومن اور آل محمدؐ سے مودت رکھنے والوں میں شامل ہیں۔﴾

جناب سلمان صحابی رسولؐ

شیخ طوسی نے بسند معتبر روایت کی ہے کہ ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی کہ ہم آپؑ سے سلمان فارسی کا ذکر بہت سنا کرتے ہیں۔امام نے فرمایا کہ سلمان فارسی مت کہو بلکہ سلمان محمدیؐ کہہ۔کیا تو یہ جانتا ہے کہ کس سبب سے ہم ان کو بہت یاد کیا کرتے ہیں۔راوی نے کہا نہیں۔حضرتؑ نے فرمایا تین خصلتوں کے سبب۔اول یہ کہ انہوں نے اپنی خواہش پر جناب امیر المومنین علیؑ کی خواہش کو ترجیح دی اور اختیار کیا۔

دوسرے یہ کہ فقیروں کو دوست رکھتے تھے اور ان کو مالداروں اور صاحبان عزت و شرف پر ترجیح دیتے تھے۔تیسرے یہ کہ علم اور علماء کو دوست رکھتے تھے۔بے شک سلمان خدا کے شائستہ بندہ تھے۔اور ہر باطل سے کترا کر حق کی طرف مائل ہوتے تھے۔اور مسلمان حقیقی تھے اور کسی طرح کا شرک اختیار نہ کیا تھا۔

(حیات القلوب جلد 2 صفحہ 950)

جنگ خندق اور جناب سلمان

حضرت سلمان کا آزاد ہو کر مسلمانوں کے ہمراہ جنگ میں شریک ہونے

کا یہ پہلا موقعہ تھا۔ حضورؐ نے جنگ لڑنے کی تجویز پر غور و خوض کرنے کے لیے مسلمانوں کو صورت حال سے آگاہ فرمایا۔ مہاجرین و انصار نے مختلف تجاویز پیش کیں اور حضرت سلمان نے یہ تجویز عرض کی کہ ہمارے علاقہ ایران میں جب کسی حکمران پر کوئی زبردست بادشاہ چڑھائی کردے اور کھلے میدان میں اس سے نبرد آزما ہونا مشکل ہو تو شہر کے آس پاس ایک خندق کھودی جاتی ہے جس کو دشمن آسانی سے عبور نہ کرسکے۔ پس ایک طرف سے لڑائی کو جاری رکھ کر دشمن کے حملہ کو پسپا کردیا جاتا ہے اور شہر دشمن کی یلغار سے محفوظ رہتا ہے۔ جناب پیغمبرؐ کو سلمان کی یہ تجویز پسند آئی۔ اور تمام مہاجر و انصار مسلمانوں نے اس تجویز کی معقولیت سے اتفاق کیا۔ پس حضورؐ نے مدینہ سے باہر کوہ سلع کے دامن میں نزول اجلال فرمانے کا تہیہ کرلیا۔ جو مدینہ سے متصل تھا اور صورت یہ ہوگئی کہ مدینہ کے ایک جانب پہاڑ دوسری جانب فوج اور باقی دو جانبیں خندق کی وجہ سے محفوظ ہوگئیں۔ اور فوج کی پشت کی طرف پہاڑ اور پہلو میں مدینہ اور باقی دو جانبوں میں خندق ہوگئی۔ آپؐ نے شہر میں عبداللہ بن ام مکتوم کو رہنے کی اجازت دے کر باقی تمام مردوں کو میدان جنگ میں حاضر ہونے کا حکم صادر فرمایا۔ جن کی تعداد تین ہزار تھی۔ ایک روایت میں مردوں کی تعداد سات سو بیان کی گئی ہے ﴿برہان﴾ اور معارج میں ہے چالیس چالیس گز دس دس جوانوں کے حوالے کیے اور چونکہ بنو مریظہ کے ساتھ اس وقت تک صلح تھی کلنگ تیشے اور ٹوکریاں ان سے بھی عاریہ حاصل کرلی گئیں اور خندق کی کھدائی کا کام شروع ہوا۔ حضورؐ نے بعض

نفیس اور کھدائی میں شرکت کی اور حضرت علیؑ نے بھی حصہ لیا- اور حضرت سلمان چونکہ خندق کھودنے میں خوب ماہر تھے اور دس جوانوں کے برابر کام کیا کرتے تھے- اس لیے مہاجر چاہتے تھے کہ وہ ہمارے ساتھ ہوں اور انصار ان کو اپنا بتاتے تھے- جب ان کا آپس میں جھگڑا طے نہ ہو سکا تو حضورؐ نے فرمایا- السلیمان منا اھل البیت :

یعنی سلمان ہم اہل بیت میں سے ہے-

(تفسیر انوار النجف جلد 11 صفحہ 164 تا 165)

فرشتے کی آسیہ گردانی (بروایت سلمان)

حضرت سلمان فارسی سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت فاطمہؑ زہرا بیٹھی ہوئی تھیں آپؑ کے سامنے چکی تھی جس میں جو پیس رہی تھیں اور اس کے دستے پر آپؑ کے ہاتھوں سے نکلا ہوا خون بھی لگا ہوا تھا- نیز گھر کے ایک گوشے میں حضرت امام حسینؑ بھوک سے بلبلا رہے تھے- میں نے دیکھا تو عرض کیا! بنت رسول اللہؐ- آپؑ کے ہاتھوں سے خون بہنے لگا ہے آپؑ کے یہاں فضہ بھی تو موجود ہے- یہ کام ان کے حوالے کیجیے-

آپؑ نے فرمایا نہیں میرے پدر بزرگوار نے مجھے ہدایت فرمائی ہے کہ ایک دن فضہ سے کام لو اور ایک دن تم خود کرو کل وہ کام کر چکی ہے آج میری

باری ہے۔ میں نے عرض کیا اچھا۔ میں بھی آپؐ کے پدر بزرگوار کا آزاد کردہ غلام ہوں مجھے حکم دیں کہ میں چکی پیسوں یا آپؐ کے فرزند حسینؑ کو بہلاؤں ۔آپؐ نے فرمایا۔ تم چکی پیس لو اپنے بیٹے کو میں ہی بہتر سے بہلا سکتی ہوں چنانچہ میں جو پیسنے لگا اور ابھی تھوڑے ہی جو پیسے تھے کہ مسجد میں نماز کے لیے اقامت شروع ہو گئی میں نے چکی چھوڑ دی اور جناب رسولؐ پاک یک ساتھ نماز پڑھی۔ جب نماز سے فارغ ہوا تو وہاں حضرت علیؑ مل گئے۔ میں نے ان سے سارا حال بیان کیا وہ آبدیدہ ہو گئے اور فوراً مسجد سے گھر تشریف لائے۔ پھر وہاں سے مسکراتے ہوئے پلٹے حضرت رسول اکرمؐ نے مسکرانے کا سبب پوچھا

حضرت علیؑ نے عرض کیا میں ابھی فاطمہ زہراؑ کے پاس گیا تھا دیکھا کہ وہ لیٹی ہوئی ہیں ان کے سینے پر حسینؑ سو رہے ہیں۔ سامنے چکی رکھی ہوئی ہے جو خود بخود چل رہی ہے چلانے والا نظر نہیں آتا۔ یہ سن کر آنحضرتؐ مسکرائے اور فرمایا: اے علیؑ کیا تم کو معلوم نہیں کہ اللہ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جو زمین پر گھومتے ہیں۔ جن کا یہ کام ہے کہ قیامت تک محمدؐ و آل محمد کی خدمت کرتے رہیں۔

(الخرائج الجرائح)(بحار الانوار جلد 3 صفحہ 56)

جناب سلمان کی فضیلت

کتاب اختصاص میں بسند معتبر حضرت امیر المومنین علیؑ سے روایت ہے

کہ اصبغ بن نباتہ نے حضرتؑ سے جناب سلمان کی فضیلت کے بارے میں دریافت کیا۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ اس کے بارے میں کیا کہوں جو ہماری طینت سے خلق ہوا ہے۔ اور اس کی روح ہماری روح سے متصل ہے خداوند عالم نے ان کو ان کے اول و آخر ظاہر و باطن علوم سے مخصوص قرار دیا ہے۔

حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ میں آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضرت ہوا۔ سلمان بھی وہاں موجود تھے۔ اسی وقت ایک اعرابی آیا اور اس نے سلمان کو ان کی جگہ سے ہٹا کر خود بیٹھ گیا۔ جناب رسالتمآبؐ غضبناک ہوئے یہاں تک کہ آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان کی رگ پھول گئی اور آنکھیں سرخ ہو گئیں اور فرمایا کہ تو اس شخص کو دور کرتا ہے جس کو خداوند عالمین دوست رکھتا ہے اور اس کی دوستی کو آسمان میں ظاہر کیا ہے اور اس کو زمین پر خدا کا رسولؐ دوست رکھتا ہے اعرابی تو دور کرتا ہے اس شخص کو کہ جب جبرائیل میرے پاس آتے ہیں تو خدا کی جانب سے اس کو سلام پہنچاتے ہیں اے اعرابی بیشک سلمان مجھ سے ہے۔ جو شخص اس پر ظلم کرتا ہے گویا اس نے مجھ پر ظلم کیا۔ اور جس نے اس کو اذیت دی اس نے مجھ کو اذیت دی۔ اعرابی نے کہا یا رسولؐ اللہ میں نہیں جانتا تھا کہ سلمان کے اعمال اس درجہ تک پہنچے ہوئے ہیں کیا وہ مجوسی نہ تھے پھر مسلمان ہوئے یہ سن کر آنحضرتؐ نے فرمایا اے اعرابی میں سلمان کی فضیلت خدا کی جانب سے بیان کرتا ہوں اور تو بر ابر کہے جاتا ہے کہ سلمان مجوسی تھے یقیناً وہ مجوسی نہ تھے بلکہ

تقیہ کے طور پر شرک ظاہر کرتے تھے اور اپنا ایمان پوشیدہ رکھتے تھے۔

(حیات القلوب جلد 2 صفحہ 954)

دعائے نور اور سلمان

مجمع الدعوات میں سلمان فارسی سے منقول ہے۔ان کا بیان یہ کہ جناب رسول اللہؐ کی وفات کے دس دن بعد میں اپنے گھر سے باہر نکلا تو اتفاقاً سر راہ حضرت علیؑ سے ملاقات ہو گئی جب انکی نگاہ مجھ پر پڑی تو فرمایا سلمان : تم نے بھی بعد وفات رسول اللہ مجھ پہ ظلم کیا۔

میں نے عرض کیا یا مولا ابوالحسنؑ یہ ممکن ہی نہیں کہ میں آپؑ پر ظلم کروں بات صرف اتنی ہے کہ مجھ پر جناب رسول اکرمؐ کی وفات کا اثر اور حزن وملال طویل ہو گیا۔اس لیے آپؑ حضرات کی زیارت سے محروم رہا اور حاضر خدمت نہ ہو سکا۔

آپؑ نے فرمایا! سلمان !اچھا اب میرے ہمراہ گھر چلو۔دختر رسولؐ تم کو بہت یاد کرتی ہیں اور تمھیں جنت کا تحفہ دینا چاہتی ہیں۔میں نے عرض کیا کہ کیا بعد وفات رسولؐ اللہ بھی بنت رسولؐ کے پاس جنت کے تحفے آتے ہیں۔آپؑ نے فرمایا ہاں ابھی گذشتہ شب ہی تحفہ آیا ہے۔

سلمان کا بیان ہے کہ یہ سن کر میں بڑی تیزی کے ساتھ بنت رسولؐ کے

در دولت پر پہنچا اور بعد اجازت اندر داخل ہوا تو دیکھا کہ آپؑ تشریف فرما ہیں اور ایک ایسی چادر اوڑھے ہوئے ہیں کہ اگر سر ڈھانپتی ہیں تو پیر کھل جاتے ہیں اور پاؤں ڈھانپتی ہیں تو سر کھل جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ بہر حال مجھے دیکھ کر بنت رسولؐ نے اپنا سر اچھی طرح ڈھانپ لیا اور مشفقانہ انداز میں شکایت کی کہ سلمان تم نے بھی بابا کی وفات کے بعد ہم پر ظلم کیا۔ میں عرض کیا! شہزادی بھلا میں اور آپؑ پر ظلم کروں یہ کیسے ممکن ہے؟ آپؑ نے فرمایا پھر ہمارے پاس آنے میں اتنی تاخیر کیوں کی؟ اچھا بیٹھو اور جو واقعہ میں بیان کرتی ہوں اس کو بغور سنو۔

کل شب کو میں اسی مقام پر بیٹھی ہوئی تھی گھر کا دروازہ بالکل بند تھا اندر سے کنڈی لگی ہوئی تھی اور سوچ رہی تھی کہ اب تو ہم سے وحی کا سلسلہ بھی منقطع ہو چکا اور فرشتوں کی آمد و رفت بھی بالکل بند ہو جائے گی۔ یہ خیال دل میں آتے ہی گھر کا دروازہ کھلا اور تین خوبرو لڑکیاں اندر داخل ہوئیں۔ ایسی خوب صورت کہ اس حسن و جمال کی لڑکیاں میری نظر سے کبھی نہیں گذریں۔ ان کے جسم سے خوشبو کی مہک آ رہی تھی۔ انہیں دیکھ کر میں کھڑی ہو گئی اور ان سے پوچھا کہ تم سب مکے کی رہنے والی ہو یا مدینے کی انہوں نے جواب دیا نہ ہم مکے کی رہنے والی ہیں نہ مدینے کی بلکہ ہم تو جنت کی حوریں ہیں اللہ تعالیٰ نے ہمیں دار السلام سے آپؑ کے پاس بھیجا ہے اے بنت محمدؐ! ہمیں آپؑ کی زیارت کا بہت اشتیاق تھا۔ میں نے ان میں (جو سن رسیدہ معلوم ہوتی تھی) ایک سے پوچھا تمہارا نام کیا ہے؟ اس

نے کہا میرا نام مقدودہ ہے-

میں نے جواب دیا اس لیے کہ میں مقداد بن الاسود کندی صحابی رسولؐ کیلئے پیدا کی گئی ہوں-

میں نے دوسری سے پوچھا- تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے کہا میرا نام ذرہ ہے- میں نے پوچھا تمہارا نام ذرہ کیوں رکھا گیا ہے؟ تم تو میری نظر میں بڑی قدرو منزلت والی معلوم ہوتی ہو- اس نے کہا اس لیے کہ مجھے اللہ تعالی نے حضرت ابوذر صحابی رسول کیلئے پیدا کیا ہے- میں نے تیسری سے پوچھا کہ تمہارا کیا نام ہے اس نے کہا میرا نام سلمٰی ہے- میں نے پوچھا تمہارا نام سلمی کیوں رکھا گیا ہے اس نے جواب دیا میرا نام سلمٰی اس لیے رکھا گیا کہ میں آپؐ کے والد کے غلام سلمان فارسی کے لئے پیدا کی گئی ہوں-

اس کے بعد انہوں نے میرے سامنے کچھ خرمے تحفے کے طور پر رکھے جو بہت بڑے بڑے برف سے زیادہ سفید اور مشک سے زیادہ خوشبودار تھے- پھر بنت رسولؐ نے چند خرمے ان میں سے مجھے دیے اور فرمایا اے سلمان تم شام کو ان خرموں سے افطار کرنا اور کل جب آؤ تو ان کی گٹھلیاں بھی لیتے آنا- سلمان کا بیان ہے کہ میں نے وہ رطب آپؑ سے لے لئے اور گھر واپس جانے لگا- میں راہ میں اصحاب رسولؐ میں جن سے بھی ملاقات ہوتی وہ یہی پوچھتے:

اے سلمان کیا تمہارے پاس مشک ہے میں کہہ دیتا ہاں الغرض میں نے

ان ہی خرموں سے افطار کیا مگر ان میں گٹھلی نہ تھی دوسرے دن جب میں بنت رسولؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو عرض کی اکہ آپؑ نے جو تحفہ مجھے عنایت فرمایا تھا میں نے اسی سے افطار کیا مگر ان میں گٹھلیاں نہ تھیں -آپؑ نے فرمایا اے سلمان! اس رطب میں گٹھلی نہیں ہوتی یہ اس درخت کے پھل ہیں جسے اللہ نے دارالسلام (جنت) میں اپنے ایک کلام کے ساتھ نصب کیا ہے اور اس کلام کی میرے پدر بزرگوار نے مجھے بھی تعلیم دی ہے۔

سلمان کا بیان ہے کہ اس کے بعد آپ نے مجھے بھی وہ دعا تعلیم فرمائی جو یہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بسم الله النور بسم الله نور النور بسم الله نور على نور بسم الله الذى هو مدبر الامور بسم الله الذى خلق النور من النور الحمد لله الذى خلق النور من النور وانزل النور على الطور فى كتب مسطور فى رق منشور بقد دمقدور على نبى محبور الحمدلله الذى هو بالعز مذكور وبا لفخر مشهور وعلى السرآ والضرآ مشكور وصلى الله على سيد نا محمد واله الطاهرين

سلمان کا بیان ہے کہ مندرجہ بالا دعا ان معظمہ نے مجھے تعلیم فرمائی اور خدا یہ دعا میں نے اہل مکہ و مدینہ میں سے تقریباً ایک ہزار ان لوگوں کو تعلیم کی جن کو بخار

آراتھااوروہ سب بحکم خداصحت یاب ہوگئے

(بحارالانوار جلد 3 صفحہ 74 تا 76)

جناب سلمان کی وفات

ابن شہر آشوب نے جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت کی ہے کہ ایک روز جناب امیر المومنینؑ نے صبح کی نماز ہم لوگوں کے ساتھ ادا کی اور ہماری جانب رخ کر کے فرمایا کہ اے لوگو خداوند عالم۔ سلمان کے غم میں تمہاری مصیبت پر تم کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ لوگوں نے یہ سن کر بہت چہ میگوئیاں کیں۔ پھر حضرتؑ نے جناب رسولؐ خدا کا عمامہ سر پر باندھا اور آنحضرتؐ کا پیراہن زیب جسم کیا اور حضرتؐ کا عصا ہاتھ میں لیا اور حضرتؐ کی تلوار حمائل کی اور حضرتؐ کے ناقہ پر سوار ہوئے اور قنبر سے فرمایا کہ دس قدم شمار کرو یا ایک سے دس تک گنو۔ قنبر کہتے ہیں کہ جب میں گننے سے فارغ ہوا تو ہم جناب سلمان کے دروازہ پر پہنچ چکے تھے۔

پھر زاذان نے روایت کی ہے کہ جب جناب سلمان کی وفات کا وقت قریب آیا تو میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کو غسل کون دے گا۔ فرمایا جس نے رسول اللہؐ کو غسل دیا تھا۔ میں نے کہا آپ مدائن میں ہیں اور وہ مدینہ میں:

سلمان نے کہا اے زاذان جب میں مر جاؤں گا اور تم میرے لبوں کو بند

کرو گے تو ایک آواز سنو گے۔ چنانچہ جب میں نے ان کے دہن کو وفات کے بعد بند کیا تو دروازہ پر آیا جناب امیرؑ کو دیکھا آپؑ نے فرمایا اے زاذان ابو عبداللہ سلمان رحمت الٰہی سے واصل ہوئے اور سلمان کے چہرے سے چادر اٹھائی تو سلمان مسکرائے۔ حضرتؑ نے فرمایا مرحبا اے ابا عبداللہ جب رسولؐ کی خدمت میں پہنچنا تو ان حضرتؐ سے بیان کر دینا جو کچھ ان کے بھائی پر ان کی قوم کے ہاتھوں گذرا ہے۔

پھر حضرتؑ نے ان کی تجہیز شروع کی اور جناب سلمان پر نماز پڑھی اور آپ کی آواز سے تکبیر فرمایا میں نے سنا۔ پھر ہم نے دو آدمیوں کو حضرتؑ کے ہمراہ دیکھا۔ پوچھا یہ کون ہیں۔ فرمایا کہ ایک میرے بھائی جعفرؑ ہیں اور دوسرے جناب خضر۔ اور ان دونوں کے ہمراہ فرشتوں کی ستر ہزار صفیں ہیں کہ ہر صف میں ہزار ہزار فرشتے ہیں۔ اور کتاب مشارق الانوار میں روایت کی ہے کہ جب حضرتؑ نے سلمان کے چہرے سے کپڑا ہٹایا تو وہ مسکرائے اور چاہا کہ اٹھ کر بیٹھ جائیں حضرتؑ نے فرمایا اپنی موت کی حالت پر پلٹ جاؤ وہ پہلی حالت پر واپس ہو گئے۔

(حیات القلوب جلد 2 صفحہ 963)

☆ یہ اجر رسالت ادا کرنے والے کی فضیلت ہے۔ جناب سلمان جن سے رسولؐ بھی راضی ہیں علیؑ و بتولؑ بھی راضی ہیں۔ اور اللہ بھی راضی ہے۔ جن کے متعلق رسول اکرمؐ نے فرمایا سلمان ہم اہل بیتؑ میں سے ہے یہ شرف اور

فضیلت کسی اور کے حصہ میں نہیں آئی اور جس طرح جناب سلمان نے اجر رسالت ادا کیا یہی حق ہے ادا کرنے کا۔اور جو افراد جناب سلمان کے ایمان پر شک کرتے تھے دراصل وہ خود ہی ایمان سے خالی تھے۔سلمان وہ ہیں جن کی نماز جنازہ اور غسل وکفن کیلئے حضرت امیرالمومنینؑ مدینہ سے مدائن تشریف لائے۔

جناب ابوذر غفاری ﴿صحابی رسولؐ﴾

آپ کا اصل نام جندب بن جنادہ تھا اور کنیت ابوذر اور وہ عرب کے قبیلہ بنی غفار سے تھے۔

جناب ابوذر کی آنحضرتؐ سے محبت

علی بن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ جنگ تبوک میں ابوذر پیچھے رہ گئے اس لیے کہ ان کا اونٹ لاغر وکمزور تھا۔جب انہوں نے سمجھ لیا کہ اونٹ قافلہ تک نہیں پہنچ سکتا تو اس کو راہ میں چھوڑ دیا اور اپنا سامان اپنی پشت پر باندھ لیا اور پیادہ روانہ ہوئے۔جب دن نکلا اور آفتاب بلند ہوا مسلمانوں نے ان کو دیکھا۔آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ابوذر ہیں اور پیاسے ہیں پانی جلد ان کے پاس پہنچاؤ۔لوگوں نے پانی ان کے پاس پہنچایا انہوں نے پیا اور حضرتؐ کی خدمت میں دوڑے ہوئے آئے۔لوٹا ان کے ہاتھ میں تھا۔حضرت رسول اکرمؐ نے پوچھا اے ابوذر پانی تو

ساتھ لیے ہوئے ہو پھر کیوں پیاسے رہ گئے۔ عرض کی یارسول اللہ میرا گذر راہ میں ایک پتھر کی طرف ہوا۔اس پر بارش کا پانی جمع تھا۔میں نے چکھا تو وہ بہت سرد اور شیریں معلوم ہوا۔اس لیے میں نے عہد کیا کہ جب تک میرے حبیب سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو نہ پیئں گے میں بھی نہ پیوں گا۔

حضرتؑ نے فرمایا اے ابوذر خدا تم پر رحم فرمائے تم تنہا غربت میں زندگی گذاروگے تنہائی میں تمھاری وفات ہوگی تنہا مبعوث ہوگے اور تنہا ہی بہشت میں داخل ہوگے۔اور اہل عراق کا ایک گروہ تمھارے کفن و دفن کی سعادت حاصل کرے گا۔

(حیات القلوب جلد 2 صفحہ 972)(تفسیر انوار النجف جلد 7 صفحہ 109)

خلیفہ وقت کا جناب ابوذر کو شہر بدر کرنا

خلیفہ سوم نے مروان بن الحکم کو حکم دیا کہ ابوذر کو ان کے عیال کے ساتھ مدینہ سے باہر نکال دے۔اور ربذہ کی جانب روانہ کردے۔اور تاکید کی کہ صحابہ میں سے کوئی شخص ان کو پہنچانے نہ جائے۔لیکن اہل بیتؑ رسالت نے اپنے خواص کے ایک گروہ کے ساتھ اس کی اطاعت نہ کی۔اور ابوذر کو شہر کے کنارے تک پہنچانے گئے۔اور ان کو تسلی دی۔چنانچہ محمد بن یعقوب کلینی نے روایت کی ہے کہ جب ابوذر مدینہ سے روانہ ہوئے جناب امیر المومنین علی ابن ابی طالب

امام حسنؑ و امام حسینؑ عقیلؑ برادر امیر المومنینؑ اور عمار یاسر ان کی مشایعت کے لیے ان کے ساتھ چلے اور رخصت کے وقت علی علیہ السلام نے فرمایا اے ابوذر تم خدا کی خوشنودی کے لیے غضب ناک ہوئے لہذا اسی سے اجر کی امید رکھو۔ اس گروہ کو خوف ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ تم ان کی دنیا میں تصرف کرو۔ اور تم ان سے اپنے دین کے بارے میں خوفزدہ ہوئے اور تم نے اپنا دین ان سے محفوظ کر لیا اور ان پر سب چھوڑ دیا۔ انہوں نے تم کو اپنے شہر سے باہر کر دیا اور بلا میں ڈال دیا۔ پس مقصد نہ تھا کہ تم پر آسمان و زمین کے راستے بند کر دیں اور وہ پرہیزگار اور نیکوکار ہو تو بے شک خداوند عالم اس کے لیے راہ نجات و کشائش مقرر فرماتا ہے اے ابوذر تمھاری حقیقت وہ وحشت و تنہائی اور رنج و غم سے دوری تمھاری مونس ہے۔ پھر عقیل نے کہا اے ابوذر تم جانتے ہو کہ ہم اہل بیتؑ تم کو دوست رکھتے ہیں اور ہم جانتے ہیں کہ تم ہم کو دوست رکھتے ہو۔ اور دوسروں نے فراموش کر دیا سوائے تھوڑے اہل حق کے۔ لہذا تمھارا اجر و ثواب خدا کے ذمہ ہے اور اہل بیتؑ رسالت کی محبت کے سبب تم کو شہر بدر کیا جا رہا ہے خدا تم کو اس کا عوض دے۔ امام حسنؑ نے فرمایا اے چچا اس گروہ نے آپ کے ساتھ جو سلوک کیے ہیں ظاہر ہیں۔ اور خداوند عالم تمام حالات سے آگاہ اور گواہ ہے۔ بلاؤں پر صبر کریں تا کہ جب پیغمبرؐ خدا سے آپ ملاقات کریں تو وہ حضرتؐ آپ سے راضی و خوشنود ہوں۔ پھر امام حسینؑ نے فرمایا اے چچا خداوند عالم قادر ہے اس پر کہ اس تکلیف و شدت کو راحت و آرام سے بدل دے۔ لیکن خدا کا ہر کام ہر روز اور ہر وقت کی مصلحت و حکمت کے

امام حسنؑ و امام حسینؑ عقیل برادر امیرالمومنینؑ اور عمار یاسر ان کی مشایعت کے لیے ان کے ساتھ چلے اور رخصت کے وقت علی علیہ السلام نے فرمایا اے ابوذر تم خدا کی خوشنودی کے لیے غضب ناک ہوئے لہذا اسی سے اجر کی امید رکھو۔ اس گروہ کو خوف ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ تم ان کی دنیا میں تصرف کرو۔ اور تم ان سے اپنے دین کے بارے میں خوفزدہ ہوئے اور تم نے اپنا دین ان سے محفوظ کر لیا اور ان پر نہیں چھوڑا۔ اس لئے انہوں نے تم کو اپنے شہر سے باہر کر دیا اور بلاؤں میں ڈال دیا۔ خدا کی قسم اگر کسی پر آسمان و زمین کے راستے بند کر دیں اور وہ پرہیز اور نیکوکار ہو تو بے شک خداوند عالم اس کیلئے بدحالی و پریشانی مقرر فرماتا ہے اے ابوذر تمہاری حقیقت اور وحشت و تنہائی اور باطل سے دوری تمہاری مونس ہے۔ پھر عقیل نے کہا اے ابوذر تم جانتے ہو کہ ہم اہل بیتؑ تم کو دوست رکھتے ہیں اور ہم جانتے ہیں کہ تم ہم کو دوست رکھتے ہو۔ اور دوسروں نے فراموش کر دیا سوائے تھوڑے اہل حق کے۔ لہذا تمہارا اجر و ثواب خدا کے ذمہ ہے اور اہل بیتؑ رسالت کی محبت کے سبب تم کو شہر بدر کیا جا رہا ہے خدا تم کو اس کا عوض دے۔ امام حسنؑ نے فرمایا اے چچا اس گروہ نے آپ کے ساتھ جو سلوک کیے ہیں ظاہر ہیں۔ اور خداوند عالم تمام حالات سے آگاہ اور گواہ ہے۔ بلاؤں پر صبر کریں تاکہ جب پیغمبرؐ خدا سے آپ ملاقات کریں تو وہ حضرتؐ آپ سے راضی و خوشنود ہوں۔ پھر امام حسینؑ نے فرمایا اے چچا خداوند عالم قادر ہے اس پر کہ اس تکلیف و شدت کو راحت و آرام سے بدل دے۔ لیکن خدا کا ہر کام ہر روز اور ہر وقت کی مصلحت و حکمت کے

موافق ہوتا ہے۔ یہ تمام باتیں سن کر ابوذر نے ان لوگوں سے کہا آپؐ پر سلام اور خدا کی رحمتیں اور برکتیں ہوں۔ میرے باپ ماں ان صورتوں پر فدا ہو جائیں جو میں دیکھ رہا ہوں۔ بے شک جب آپ لوگوں کو دیکھتا ہوں تو مجھے رسولؐ خدا یاد آجاتے ہیں اور مجھے مدینہ سے کوئی کام نہیں سوائے آپ لوگوں سے دل بستگی اور محبت کے۔ میں اپنی تنہائی کی کچھ پرواہ نہیں کرتا اور وہ تو عرش عظیم کا خدا ہے۔ اور ہر شے پر قادر و توانا ہے۔ درود و سلام جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم او ان کی آل طیبینؑ پر ہو۔

(حیات القلوب جلد2 صفحہ 976)

جناب ابوذر غفاری کی وفات

آخری عمر میں ان کے پاس صرف اپنی ایک لڑکی تھی جو صحرائے ربذہ میں نہایت پریشانی سے رو کر اپنے باپ کی خدمت جالاتی تھی توکل کا یہ عالم تھا کہ جب آخری وقت بیمار ہوئے تو ربذہ میں رہنے والے چند آدمی حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی کہ آپ کو کسی شے کی شکایت تو نہیں ؟ آپ نے فرمایا مجھے اپنے گناہوں سے شکایت ہے۔ انہوں نے پوچھا اب کسی شے کی خواہش ہے ؟ فرمایا۔ہاں رحمت پروردگار کی۔ انہوں نے پوچھا طبیب کی ضرورت ہے تو آپ نے فرمایا۔ طبیب نے ہی تو مجھے بیمار کر رکھا ہے۔ بہر کیف لڑکی نے جب باپ کو

بستر بیماری پر دیکھا تو اپنا سر اور منہ پیٹ لیا اور عرض کی اے پدر بزرگوار اگر اسی حالت غربت میں آپ پر موت آجائے تو میں کیا کروں گی۔ ابوذر نے لڑکی کی یہ پریشانی دیکھ کر نہایت اطمینانؓ وسکون سے اس کو تسلی دی۔ اور فرمایا کہ مجھے اپنے آقا حضرت رسالت مآبؐ نے عالم غربت میں مرنے کی خبر دی تھی۔ اور فرمایا تھا کہ عراق کا ایک قافلہ مجھے دفن کرے گا۔ پس جب میرا وقت موت قریب ہو تو مجھے قبلہ رخ لٹا کر میرے اوپر عبا ڈال دینا اور راستہ پر بیٹھ جانا۔ جب قافلہ گذرے تو کہنا کہ اس لق ودق صحرا میں میرا باپ ابوذر مر گیا ہے۔ چنانچہ جب حضرت ابوذر کی روح قفس عنصری سے نکل کر جنت آشیاں ہوئی تو ان کی لڑکی انتظار میں جا بیٹھی۔ جب قافلہ کا گذر ہوا تو لڑکی آگے جا کر کھڑی ہو گئی اس قافلہ میں مالک اشتر موجود تھے جونہی اس لڑکی پر ان کی نظر پڑی تو پوچھا تو کس کی لڑکی ہے اور یہاں کیوں کھڑی ہے؟ اس نے جواب دیا میں حضرت ابوذر غفاری کی لڑکی ہوں۔ میرے باپ کا اس عالم غربت میں انتقال ہو چکا ہے۔ اس کی تجہیز وجنازہ کے لئے انتظار کر رہی ہوں۔ پس مالک اشتر سواری سے پیدل ہوئے ان کے ساتھ دیگر صحابہ رسولؐ بھی اترے اور غسل وکفن کا انتظام کیا پھر جنازہ پڑھ کر نہایت عزت واحترام سے ان کو دفن کیا۔

(تفسیر انوار النجف جلد صفحہ 110)

☆ یہ ہے اجر رسالت ادا کرنے والے کا وقعہ جنہوں نے محمدؐ وآل محمدؐ کی

مودت کے جرم میں سزا کاٹی اور انتہائی غربت کی حالت میں وفات پائی۔ کیا ان کو شہر بدر کرنے والے مسلمان تھے۔ جناب ابوذر غفاری نے جس طرح اجر رسالت ادا کیا ان سے اللہ خوش و راضی ہے۔ اور محمدؐ و آل محمدؑ بھی راضی ہیں۔ ✿

جناب مسلم بن عوسجہ صحابی رسولؐ

یہ بزرگ باتفاق شیعہ و سنی صحابی رسولؐ میں سے تھے اور حضرت امیر علیہ السلام کی غلامی کا بھی ان کو شرف حاصل ہے چنانچہ جنگ جمل صفین و نہروان میں آپؑ کے ہمرکاب تھے۔ عبادت گذار شب بیدار اور قاری قرآن تھے نیز شجاعت میں بھی اپنی آپ نظیر تھے۔ مہیج الاحزان سے منقول ہے کہ انہوں نے کئی مرتبہ حضرت امیر علیہ السلام کو قرآن سنایا تھا عموماً مسجد کوفہ میں مصروف عبادت رہا کرتے تھے۔ حضرت سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کے انصار میں سے یہ نہایت عظیم المرتبت شخصیت کے مالک تھے۔ زیارت رجبیہ و ناحیہ مقدسہ میں نہایت وقیع الفاظ میں ان پر سلام وارد ہے۔

شب عاشور جب غریب زہرا امام حسین علیہ السلام نے صحابہ کو واپس چلے جانے کی اجازت مرحمت فرمائی تو مسلم بن عوسجہ نے عرض کی۔ حضور کیا ممکن ہے کہ ہم آپؑ کو نرغہ اعداء میں تنہا چھوڑ کر چلے جائیں؟ یہ ہرگز نہ ہوگا ورنہ بارگاہ رب العزت میں بروز محشر آپؑ کے نانا کو کیا جواب دیں گے اور کونسا

عذر پیش کریں گے- خدا کی قسم آپؐ کی رکاب میں یہ نیزہ کفار کے سینوں میں توڑوں گا اور جب تک قبضہ تلوار پر ہاتھ ہو گا- آپؐ کے دشمنوں سے جہاد کروں گا اور بالغرض اگر میرے پاس کوئی ہتھیار نہ رہا تو پتھروں سے جہاد کروں گا- بہر کیف آپ کی نصرت سے ہاتھ نہ کھینچوں گا- اور خدا کے سامنے اس امر کا ثبوت اپنے عمل سے فراہم کروں گا کہ ہم نے ذریت پیغمبر کی تا زیست نصرت کی- خدا کی قسم اگر مجھے یقین ہو کہ میں مارا جاؤں گا اور پھر زندہ ہوں گا اور پھر قتل کیا جاؤں گا اور میری لاش کو آگ سے جلایا جائے گا- اور ستر دفعہ میرے ساتھ یہ برتاؤ کیا جائے گا تب بھی آپؐ کی رکاب سے دور نہ ہوں گا- حالانکہ اب تو ایک دفعہ ہی مرنا ہے اور اس کے بعد نعمت ابدی اور کرامت دائمی کا حاصل کرنا ہے-

(اصحاب الیمین صفحہ 83 تا 84)

☆ ﴿یہ ہے اجر رسالت کے بعد نبی اکرمؐ کے ان کی آل کی نصرت کرنا جیسا کہ مسلم بن عوسجہ صحابی رسولؐ نے کی- اور نبی اکرمؐ کے ساتھ وعدہ کر کے اس پر قائم رہے اور آل محمد کا دامن نہ چھوڑا- اور ان کی نصرت میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کیا- یہی اجر رسالت ادا کرنے والے ہیں-﴾

ہم شکل نبی شہزادہ علیؑ اکبر

اخلاق محمدیؐ

جناب رسالت مآبؐ کے اخلاق حمیدہ میں سے چند ایک درج ذیل ہیں

1- آپؐ متکبرین کی طرح زمین پر پاؤں کھینچ کر نہیں چلتے تھے۔

2- آپ کی رفتار جلال و وقار کا آئینہ تھی۔

3- بلا ضرور عبات نہ کرتے تھے۔

4- کسی کو حقیر نہ سمجھتے تھے۔

5- کسی کو جھڑکتے نہ تھے۔

6- چھوٹی سی نعمت کو بھی بڑا سمجھتے تھے۔

7- کسی کی عیب جوئی نہ کرتے تھے بلکہ لوگوں کو بھی اس سے منع فرماتے تھے۔

خداوند کریم نے اخلاق رسالتؐ کو صرف ایک ہی جملہ میں بیان کردیا ہے۔ انك لعلی خلق عظیم اور امام حسین علیہ السلام کی تشبیہ کے پیش نظر جناب شہزادہ علی اکبرؑ اخلاق پیغمبرؐ کا آئینہ دار تھے۔

زیارت رجبیہ میں شہزادہ علی اکبرؑ کو ان افراد میں سے شمار کیا گیا ہے جو آیت تطہیر کے مصداق ہیں اور اس سے آپ کی عصمت ثابت ہوتی ہے۔ نیز حضرت سید الشہدا کا شہزادہ کو جناب رسالت مآبؐ سے بدرجہ اتم مشابہ قرار دینا بھی شہزادہ علی اکبرؑ کی عصمت پر دلالت کرتا ہے۔ ورنہ غیر معصوم کی معصوم سے تشبیہ غیر معقول ہے۔ اسی لیے تو بعض علماء کی تصریح موجود ہے کہ یہ شہزادہ زیور عصمت وطہارت سے آراستہ تھا۔

پس جو فرزند صفات کمالیہ میں نظیر نہ رکھتا ہو اور صورت وسیرت ورفتار وگفتار وکردار بلکہ تمام حرکات وسکنات میں شبیہ پیغمبر ہو اس سے جناب سید الشہدا کو کس درجہ محبت تھی۔ اس کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔

سید الشہداؑ نے جب اس نوجوان کو میدان کی طرف بھیجا تو بارگاہ رب العزت میں عرض کی:

﴿اے اللہ تو اس قوم پر گواہ رہ۔ تحقیق ان کی طرف اب وہ جوان گیا ہے جو تمام لوگوں کی بہ نسبت شکل وصورت۔ عادات وکردار اور لہجہ وگفتار میں تیرے رسولؐ سے زیادہ مشابہت رکھتا تھا اور ہم جب بھی تیرے نبیؐ کے دیدار کا شوق کرتے تھے تو اس کو دیکھ لیا کرتے تھے۔﴾

معصوم کے یہ کلمات صرف جذباتی اور مبالغہ آمیز نہیں تھے بلکہ آپ حقیقت کی ترجمانی فرمارہے تھے اب اندازہ فرمایئے کہ جو شہزادہ سراپا آئینہ

رسالت ہو۔اس کے شمائل واخلاق کی حد بندی کون کر سکتا ہے۔(اصحاب الیمین)

☆ کیا یہ جار رسالت ہے۔کیا مسلمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اتنی جلدی بھول گئے۔کیا شہزادہ علی اکبرؑ کی شکل دیکھ کر کسی کو بھی اپنے نبیؐ کی یاد نہ آئی۔کیا اب بھی مسلمان یہ کہتے ہیں کہ کربلا میں دو شہزادوں کی جنگ تھی یہ کیوں نہیں کہتے کہ نبی اکرمؐ کے ساتھ مسلمانوں کو جنگ تھی۔بہت افسوس ہے ایسی امت پر جو اپنے نبی کو جس نے انہیں جہالت کے اندھیروں سے نکال کر علم کی روشنی بخشی اور نہیں ایمان کے راستہ پر گامزن کیا وہ نبی کو بھول گئے اور آل رسولؐ کے ساتھ یہ سلوک کیا۔ایسا اجر رسالت نبیؐ نے کبھی بھی طلب نہیں کیا تھا۔

مقداد بن اسود کندی

قرب الاسناد میں بسند صحیح حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ جناب رسولؐ خدا نے فرمایا کہ خدا نے مجھے چار اشخاص سے دوستی کا حکم دیا ہے۔صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ وہ کون کون ہیں حضرتؐ نے فرمایا ان میں سے ایک علیؑ ابن ابی طالبؑ اور یہ کہہ کر خاموش ہو گئے۔پھر فرمایا کہ خدا نے مجھے چار شخصوں سے دوستی کا حکم دیا ہے پوچھا وہ کون لوگ ہیں فرمایا علیؑ ابن ابی طالبؑ۔مقداد بن اسود۔ابوذر غفاری اور سلمان فارسی ہیں۔

(حیات القلوب جلد 2 صفحہ 918)

کتاب اختصاص میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ اس امت میں مقداد بن اسود کا مرتبہ قرآن میں الف کے مرتبہ کے مانند ہے کہ دوسرا حرف اس سے نہیں ملتا۔ اسی طرح کمال میں کوئی دوسرا مقداد کے مرتبہ سے نہیں ملحق ہوتا۔

(حیات القلوب جلد 2 صفحہ 992)

نتیجہ ☆جناب مقداد بن اسود کندی بھی اجر رسالت ادا کرنے والوں میں نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ جن سے اللہ اور محمدؐ و آل محمدؐ راضی ہیں۔☆

عزاداری اور اجر رسالت

تمام ممالک اسلامیہ میں جس جس مقام پر کم یا بیش شیعہ آبادی موجود ہے۔ ان کے گھروں میں قرآن۔ مساجد میں قرآن۔ امام باڑوں میں قرآن موجود ہے۔

مقام گریہ و بکا میں عزاداری کا منظر ملاحظہ فرمایئے اطراف عالم میں جہاں شیعہ لوگ عزائے آل محمدؐ کی صف بچھاتے ہیں۔ اور شبیہ وغیرہ بناتے ہیں شبیہ روضہ مبارکہ و ذوالجناح و جھولا برآمد کرتے ہیں شبیہ روضہ کے اندر قرآن مجید۔ ذوالجناح کے ساتھ قرآن اور جھولے کے اندر قرآن ہوتا ہے۔

اگر تعصب کی عینک اتار کر منصفانہ نظر ڈالی جائے اور شبیہ تعزیہ کا تجزیہ کیا جائے تو صاف ظاہر ہے کہ وہ گنبد نما ایک محل کا نمونہ ﴿جس کو قیمتی پارچہ جات یا خوبصورت کاغذات یا رنگ دار لکڑیوں کے قطعات سے مزین کیا جاتا ہے﴾ ہوتا ہے۔

گویا وہ تاجدار مملکت - امامت شہسوار- عرصہ شجاعت اور سکرار شہادت کے عصمت کدہ شاہی ایوان کا خالی ڈھانچہ ہوا کرتا ہے۔- جس کے اندر غلافوں میں ملفوف یا بلا غلاف متعدد قرآن مجید رکھے ہوئے ہوتے ہیں۔

شیعہ لوگ اس کو اپنے سروں پر اٹھا کر چودہ سو برس سے ماتمی لباس میں ماتمی عنوان سے -ماتمی جلوسوں میں ہزاروں کی تعداد میں سر ننگے پا برہنہ نوحہ کناں سینہ زنی بازاروں میں چیختے ہوئے چوکوں میں کھڑے ہو کر غرض یہ کہ منظر عام پر چلا چلا کر بلا بلا کر رو رو کر پیٹ پیٹ کر تمام اقوام عالم کے گوش گذار کرتے ہیں کہ دیکھو ہمارے رسولؐ نے اس ایوان امامت میں ﴿جس کی شبیہ کو ہم اٹھائے ہوئے ہیں﴾ ہماری ہدایت اور نجات کے لیے دو گرانقدر چیزیں چھوڑی تھیں ایک قرآن اور دوسری اہل بیت۔

لیکن افسوس کہ نااہل امت نے اس ایوان خلافت کو لوٹ لیا- گھروں کو آگ لگادی- گھر والوں کو جلاوطن کر دیا- ان کے حقوق چھین لیے اور ان کے ناحق خون کو پانی کی طرح بہایا- بس اب ان محلات میں صرف قرآن باقی ہے-

اسی طرح ہمارے سامنے گھوڑا ہے۔ اس کی زین کے اوپر بھی قرآن ہی ہے۔ قرآن والے کو بے وفا امت نے نشانہ جور و ظلم بنا کر اتار لیا اور ہمارے پاس قرآن باقی رہ گیا۔ اور امت نے چھوٹے بچوں کو شہید کر دیا لہذا ان کے جھولے میں بھی صرف قرآن ہی موجود ہے۔ جو لوگ صرف قرآن مجید کو کافی سمجھتے ہیں اور آل محمدؐ سے صرف دور ہی نہیں بلکہ آل محمدؐ کی تعلیمات کو بالکل مٹانے کے درپے ہیں۔ جس طرح خود آل محمدؐ کو مٹانے میں انھوں نے کوئی کسر باقی نہ اٹھا رکھی تھی۔ کچھ افراد سادہ لوح عوام میں بڑے زور شور سے یہ بات پھیلاتے ہیں کہ شیعوں کا قرآن پر ایمان ہی نہیں تاکہ عوام نہ ان کی سنیں اور نہ آئمہ اہل بیتؑ کے کمالات علمیہ سے مطلع ہوں اور نہ جناب رسالت مآبؐ کی فرمائش انی تارک فیکم الثقلین ان کے کانوں تک پہنچے ورنہ کون اتنا نادان ہے کہ حق کو دیکھ کر اس سے کنارہ کرے۔ یا اہل بیتؑ کے کمالات پر اطلاع پاکر کسی غیر کو ان پر ترجیح دے۔ ہمارا ایمان ہے کہ چونکہ بفرمان رسولؐ قرآن اور اہل بیتؑ ایک دوسرے سے جدا نہیں۔ لہذا دونو سے تمسک پکڑنا ہی دین اسلام ہے جس کا قرآن پر ایمان نہیں اس کا اہل بیتؑ سے واسطہ نہیں اور جس کا اہل بیتؑ سے واسطہ نہیں اس کا قرآن پر ایمان نہیں۔

(تفسیر انوار النجف)

یوم عاشور یوم عزا کیوں؟

علل الشرائع میں عبداللہ ہاشمی سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا- قبلہ نبی اکرمؐ کی شہادت سے امام حسین علیہ السلام کی شہادت تک ہر شہادت اپنے مقام پر بہت بڑا المیہ ہے لیکن آپ لوگ سب سے زیادہ اہمیت صرف یوم عاشور ہی کو کیوں دیتے ہیں- اگر میدان جنگ کے شہدا اہم ہوں تو پھر جناب حمزہ- جناب عبیدہ اور جناب جعفر وغیرہ بھی میدان جنگ ہی کے شہدا ہیں- ان کے ایام شہادت کو اتنی اہمیت کیوں نہیں دی جاتی؟

آپؑ نے فرمایا: عبداللہ: امت محمدؐ میں شہدا کی دو اقسام ہیں ایک وہ شہدا ہیں جو کفار کے ہاتھوں شہید ہوئے- اور ایک وہ ہیں جو مسلمانوں کے ہاتھوں شہید ہوئے-

اب تو خود ہی بتا جو دشمن کے ہاتھوں سے مارا جائے درد اس کا زیادہ ہوتا ہے یا جو اپنوں کے ہاتھ سے مارا جائے اس کا درد زیادہ ہوتا ہے- میں نے عرض کیا قبلہ واقعا آپؑ کی بات درست ہے جو اپنوں کے ہاتھ سے مارا جائے اس کا درد زیادہ ہوتا ہے-

(الدمعۃ الساکبہ جلد 2 صفحہ 95)

زائرین غریب زہراؑ

منتخب میں مروی ہے کہ محرم کا چاند نظر آتے ہی امام صادق علیہ السلام کے گھر صف ماتم بچھ جاتی تھی مجلس عزا برپا ہوتی تھی۔ ہر طرف سے لوگ آپؑ کو پرسا دینے آتے تھے۔ گریہ وبکا اور نوحہ خوانی وسینہ زنی ہوتی تھی۔ بعد از مجلس عزا آپؑ فرماتے تھے۔

امام حسینؑ شہید ہیں۔ شہید زندہ ہوتے ہیں امام حسینؑ روزانہ میدان کربلا میں پہلے اپنے خیام۔ پھر اپنے اعزا کے وہ مقامات جہاں سب ایک ایک کر کے گھوڑوں سے گرے تھے اور آخر میں اپنی مقتل دیکھتے ہیں۔ پھر پورے عالم میں اپنے زائرین۔ اپنے عزاداروں اور اپنے غم میں غم کرنے والوں کو دیکھتے ہیں۔ امام حسینؑ کے پاس ان کے عزاداروں کی فہرست ہے وہ خود بھی اپنے عزاداروں کے لیے استغفار کرتے ہیں۔ نبی اکرمؐ۔ جناب سیدہ۔ حضرت علیؑ۔ اور امام حسنؑ سے بھی درخواست کرتے ہیں کہ میرے عزاداروں کے لیے آپؑ بھی استغفار کریں۔

(الدمعۃ الساکبہ جلد2 صفحہ113)

محبّ حسینؑ

عوالم میں حذیفہ یمانی سے مروی ہے کہ ایک دن آنحضورؐ نے امام حسینؑ

کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا اور فرما رہے تھے :-

لوگو! یہ حسینؑ ابن علیؑ ہے اسے پہچان لو- جس ذات کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے- حسینؑ جنتی ہے- محبِ حسینؑ جنتی ہو گا- اور محبِ حسینؑ کا محب بھی جنتی ہو گا-

☆ ﴿عزاداری کرنے والے اجر رسالت ادا کرنے والے ہیں- اور جو افراد یہ کہتے ہیں کہ مجالس عزا برپا کروانا بدعت ہے- جلوس نکالنا بدعت ہے- شبیہ ذوالجناح بر آمد کرنا بدعت ہے تعزیہ نکالنا بدعت ہے دراصل وہ حق کو دبانے والوں میں شامل ہیں- حضور سرور کائناتؐ نے فرمایا کہ حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں دراصل جو افراد عزادار ہیں وہ حضور سرور کائناتؐ کی یاد تازہ کرتے ہیں- کتنے افسوس کی بات ہے کہ مسلمان نبی کا کلمہ پڑھ کر بھی اس کی آلؑ سے عداوت رکھتے ہیں اور اگر شیعہ ان مظلوموں کی یاد میں عزاداری کرتے ہیں تو انھیں کافر کہا جاتا ہے یہ کیسا انصاف ہے- کیا یہ اپنے نبی کو اجر رسالت ادا کیا جارہا ہے کہ محمدؐ و آل محمدؐ کی یاد منانے والوں کو کافر کہا جاتا ہے سب مسلمانوں سے اپیل ہے کہ ایسے افراد کی مذمت کریں جو مسلمانوں میں تفرقہ ڈالتے ہیں تاکہ عزاداری غریب زہراؑ قیامت تک جاری رہے اور ہم آنے والی نسلوں تک یہ پیغام پہنچا سکیں کہ عزاداری کیا ہے یہ ایسے افراد کی یاد ہے جنھوں نے حق پر جان دی اور باطل کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیا-﴾

ہانی بن عروہ مرادی ﷺ صحابی رسولؐ ﷺ

حضرت علی علیہ السلام کے خاص الخاص شیعوں میں سے تھا اور جناب رسالت مآب کی صحبت کا شرف بھی انھیں حاصل تھا۔ بوقت شہادت ان کی عمر 98 سال تھی۔ قبیلہ مراد کے سردار تھے۔ جب سوار ہوتا تھا تو بروایتے چار ہزار جنگی سوار اور آٹھ ہزار پیادے سلاح پوش اس کے ہمرکاب ہوا کرتے تھے۔ گویا 12 ہزار جنگی بہادروں کے سالار تھے اور قبیلہ کندہ کے ہم قسم افراد کو ملا کر تیس ہزار تک جنگی نفوس اس کے تابع فرمان ہوا کرتے تھے۔ ہانی اور ان کے والد دونوں حضرت علیؑ کے خاص شیعہ تھے۔ اور جنگ جمل صفین و نہروان میں حضرت شاہِ ولایت کے ہمرکاب رہے۔

جب حضرت مسلم بن عقیل شہید ہو گئے تو محمد بن اشعث نے ابن زیاد سے ہانی کے بارے میں سفارش کی کہ یہ شخص پورے کوفہ میں نہایت معزز ہے اور اس کا خاندان بہت بڑا ہے نیز ہم لوگ بوعدہ امان یہاں لائے ہیں اس کو رہا کر دیا جائے۔

لیکن ابن زیاد نے پروانہ کی اور حکم دیا کہ قصابوں کے بازار میں لے جا کر اس کا سر تن سے جدا کر دیا جائے۔ چنانچہ جب جلاد لیکر چلے تو ہانی نے اپنے قبیلہ کے نام آوازیں دیں۔ لیکن اس وقت کون سنتا تھا۔ آخر ایک دفعہ انگڑائی لیکر ہاتھ

رسیوں سے آزاد کر لیے لیکن دوبارہ ان کے ہاتھوں کو مظبوط پکڑ لیا گیا- اور قصابوں کے بازار میں ان کو شہید کر دیا گیا-

(اصحاب الیمین صفحہ 164)

☆ ﴿جناب ہانی بن عروہ صحابی رسولؐ بھی اجر رسالت ادا کرنے والوں میں شامل ہیں انکو صرف اس جرم میں شہید کیا گیا کہ وہ محمدؐ و آل محمدؐ سے مودت کیوں رکھتے ہیں-﴾

مشکور زندان بان

جب مشکور نے شہزادوں کو زندان سے باہر بھیجا تو ابن زیاد نے مشکور کو بلایا اور دریافت کیا کہ فرزندان مسلمؑ بن عقیل کہاں ہیں مشکور نے جواب دیا میں نے ان کو خوشنودی خدا کی خاطر آزاد کر دیا ہے- ابن زیاد نے پوچھا تجھے میرا ڈر نہ تھا تو مشکور نے جواب دیا میرے لئے اللہ کا ڈر کافی ہے- اے ابن زیاد کل تم نے ان یتیم بچوں کے والد کو قتل کر دیا ہے اور ان معصوم بچوں کے درپے قتل ہے- ابن زیاد کو غصہ آیا اور کہا کہ میں ابھی تجھے قتل کروادوں گا- تو مشکور نے جواب دیا جو سر رسولؐ خدا کی خوشنودی کی خاطر کام نہ آئے مجھے ایسے سر کی ضرورت ہی نہیں-

اس وقت ملعون نے حکم دیا کہ پانچ سو تازیانے مار کر اس کی گردن جدا کی جائے- چنانچہ اس کو مقام سزا پر لے گئے اور تازیانے مارنے شروع کئے- جب

پہلا تازیانہ لگا تو بسم اللہ پڑھی۔ دوسرا تازیانہ لگا تو عرض کی اے اللہ مجھے صبر عطا فرما۔ تیسرا تازیانہ لگا تو کہا اے خدا مجھے آل رسولؐ کی محبت میں قتل کیا جا رہا ہے۔ چوتھا تازیانہ لگا پھر پانچواں لگا تو عرض کی اے پروردگار مجھے محمدؐ و آل محمدؐ کی ہمراہی میں جگہ عطا فرما پھر خاموش ہو گیا یہاں تک کہ پانچ سو کی تعداد پوری ہو گئی۔ آخر میں پانی مانگا تو ابن زیاد نے حکم دیا کہ اس کو پیاسا ہی قتل کرو۔ پس عمرو بن حریث نے سفارش کی کہ اب اس کو مجھے بخش دو۔ پھر اپنے گھر لایا اور پانی دیا تو مشکور نے پانی کو دیکھ کر کہا کہ اب مجھے پانی کی ضرورت نہیں بلکہ حوض کوثر سے سیراب ہو چکا ہوں پھر جان جان آفریں کے حوالے کر دی۔

(اصحاب الیمین صفحہ 172)

☆ ﴿یہ ہے اجر رسالت ادا کرنے والا۔ جس نے اپنی جان کی پروانہ کی اور فرزندان مسلم بن عقیل کی نصرت کی۔ یہی اجر رسالت ہے۔﴾

شہید عشق جناب میثم تمار

بحار میں خود جناب میثم سے منقول ہے کہ میں ایک عورت کا غلام تھا۔ حضرت علیؑ نے مجھے اس سے خریدا پھر آزاد کر کے پوچھا تیرا نام کیا ہے۔ میں نے عرض کیا۔ میرا نام سالم ہے۔ آپ نے فرمایا۔ مجھے میرے آقا نبی کونین نے بتایا تھا کہ تیرے والدین نے تیرا نام میثم

رکھا تھا۔

میں نے عرض کیا قبلہ آنحضورؐ نے سچ فرمایا ہے۔ میرا آبائی نام یہی تھا۔ آپ نے فرمایا: اب اپنا پہلا نام رکھ لے۔ چنانچہ میں نے ابو سالم کنیت رکھ لی اور نام میثم۔

آپ نے فرمایا:۔ میثم میرے بعد میری محبت میں بہت دکھ اٹھائے گا میں نے عرض کیا قبلہ خاتمہ ایمان پر ہوگا۔ آپ نے فرمایا: ہاں تو شہید ہوگا۔

پھر دنیا نے دیکھا کہ حضرت علیؑ نے جو کچھ فرمایا تھا میثم کے ساتھ وہی کچھ پیش آیا۔

(الدمعتہ الساکبہ جلد 1 صفحہ 348)

حبیب اور میثم تمار کی گفتگو

رجال کشی میں فضیل بن زبیر سے روایت ہے اس نے کہا ایک دن میثم تمار کوفہ میں گھوڑے پر سوار چلے جا رہے تھے حبیب بن مظاہر مجلس بنی اسد سے اٹھ کر میثم تمار کے استقبال کے لیے گئے اور دیر تک آپس میں باتیں کرتے رہے۔

حبیب نے کہا: گویا میں دیکھتا ہوں ایک مرد پیر کو جس کے سر کے آگے بال نہیں

رکھا تھا۔

میں نے عرض کیا قبلہ آنحضورؐ نے سچ فرمایا ہے۔ میرا آبائی نام یہی تھا۔ آپ نے فرمایا: اب اپنا پہلا نام رکھ لے۔ چنانچہ میں نے ابو سالم کنیت رکھ لی اور نام میثم۔

آپ نے فرمایا:۔ میثم میرے بعد میری محبت میں بہت دکھ اٹھائے گا میں نے عرض کیا قبلہ خاتمہ ایمان پر ہوگا۔ آپ نے فرمایا: ہاں تو شہید ہوگا۔

پھر دنیا نے دیکھا کہ حضرت علیؑ نے جو کچھ فرمایا تھا میثم کے ساتھ وہی کچھ پیش آیا۔

(الدمعتہ الساکبہ جلد 1 صفحہ 348)

حبیب اور میثم تمار کی گفتگو

رجال کشی میں فضیل بن زبیر سے روایت ہے اس نے کہا ایک دن میثم تمار کوفہ میں گھوڑے پر سوار چلے جا رہے تھے حبیب بن مظاہر مجلس بنی اسد سے اٹھ کر میثم تمار کے استقبال کے لیے گئے اور دیر تک آپس میں باتیں کرتے رہے۔

حبیب نے کہا: گویا میں دیکھتا ہوں ایک مرد پیر کو جس کے سر کے آگے بال نہیں

اور جو کچھ ان بزرگوں نے فرمایا تھا سب ہم نے آنکھوں سے دیکھا۔

(بحار الانوار جلد 1 صفحہ 142 تا 143)

☆ ﴿تاریخ اسلام کے عظیم سپاہی، مجاہد اور مومن کامل، درسگاہ علی بن ابی طالبؑ سے علم و عمل کی روشنی حاصل کرنے والے خوش نصیب انسان شہید عشق میثم تمار بھی اجر رسالت ادا کرنے والوں میں شامل ہیں۔۔ جنھوں نے محمدؐ و آل محمدؐ کی محبت کو اولیت دی اور تمام مصائب برداشت کیے یہی اجر رسالت ہے۔﴾

جناب حبیب بن مظاہر اسدی صحابی رسولؐ

علمائے رجال نے ذکر کیا ہے کہ یہ بزرگوار جناب رسالت مآبؐ کی صحابیت کا شرف رکھتے تھے۔ اور یہ بزرگوار حضرت امیر علیہ السلام کے خاص شاگردوں میں سے تھے۔

منتخب طریحی سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ جناب رسالت مآبؐ جماعت صحابہ کے ہمراہ ایک جگہ سے گذر فرما رہے تھے کہ چند لڑکے وہاں کھیل میں مشغول تھے۔ حضورؐ نے لڑکوں میں سے ایک لڑکے کو پکڑ لیا اور اس کو اپنے پاس بٹھالیا۔ اور اس کی دونو آنکھوں کے درمیان بوسہ دینے میں مشغول ہوئے اور اس پر کمال شفقت و مہربانی کا برتاؤ کیا۔ صحابہ نے عرض کی آقا اس محبت و مہربانی

کی کیا وجہ ہے- آپؐ نے فرمایا میں نے اسے دیکھا ہے کہ ایک روز میرے شہزادے حسینؑ کے ہمراہ جارہا تھا اور حسینؑ کے قدموں کی خاک اٹھا کر اپنے منہ پر ملتا تھا اسی لئے اس کی محبت میرے دل میں ہے- اور جبریل نے مجھے خبر دی ہے کہ یہ بچہ واقعہ کربلا میں ہوگا اور حسینؑ کا مددگار ہوگا اور یہ بچہ حبیب بن مظاہر تھا-

(اصحاب الیمین)

☆ ﴿یہ ہے اجر رسالت ادا کرنے والے عظیم المرتبت صحابی رسولؐ حبیب بن مظاہر جنھوں نے کربلا میں حسینؑ کی نصرت کی اور اپنی جان کا نذرانہ پیش کر کے موت اہل بیتؑ کا ثبوت دیا- یہی اجر رسالت ہے-﴾

اجر رسالت ادا کرنے والوں کا اجر

1- مرنے کے وقت ولائے علیؑ کا فائدہ

الذین امنو و کانوا یتقون لھم البشری فی الحیوۃ الدنیا و فی الاخرۃ لا تبدیل لکلمات للہ ذلک ھو الفوز العظیم-

(پارہ 11 سورہ یونس آیت 63 تا 64)

ترجمہ: جو ایمان لائے اور تقوی اختیار کرتے ہیں- ان کے لیے خوش خبری ہے زندگانی دنیا میں بھی- نہیں تبدیلی اللہ کے وعدہ میں- یہ بڑی ہی کامیابی ہے-

تفسیر: تفسیر مجمع البیان اور جامع میں عتبہ بن خالد سے مروی ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا اے عتبہ بروز قیامت خداوند کریم بندوں سے کوئی دین قبول نہیں کرے گا سوائے اس دین کے جو تمہارا ﴿شیعوں کا﴾ ہے اور تمہاری آنکھوں کی ٹھنڈک میں صرف یہی دیر ہے کہ جب روح کے نکلنے کا وقت ہوگا تو سرہانے حضرت پیغمبرؐ اور حضرت علیؑ پہنچیں گے۔ حضرت رسول کریمؐ فرمائیں گے کہ میں تیرا رسولؐ ہوں اور دنیا میں تیرے پیچھے چھوڑے ہوئے ترکہ سے بہترین ہوں۔ پھر حضرت علیؑ فرمائیں گے۔ میں علیؑ بن ابی طالب ہوں جس کی تو ولا و محبت رکھتا تھا۔ آج تجھے میری دوستی فائدہ دے گی۔ پس آپؑ نے فرمایا جو کچھ میں نے کہا ہے قرآن مجید میں موجود ہے۔ عتبہ کے پوچھنے پر آپؑ نے یہی آیت تلاوت کی کہ اولیاء اللہ کو دنیا میں ہی جنت کی بشارت دی جائے گی۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ مومن جب قبر میں جائے گا تو اس کی قبر سے جنت سے ایک دروازہ جنت کی طرف کھل جائے گا۔

2- شیعہ اور انعامات

حضرت نبی کریمؐ نے فرمایا یا علیؑ خدا نے تیرے شیعہ اور محبوں کو سات نعامات عطا فرمائے ہیں۔

﴿1﴾ موت کے وقت آسانی

﴿2﴾ وحشت قبر کے وقت انس

﴿3﴾ ظلمت قبر کے وقت نور

﴿4﴾ گھبراہٹ کے وقت امن

﴿5﴾ میزان میں انصاف

﴿6﴾ پل صراط کا گذرنا

﴿7﴾ سب سے پہلے داخلہ جنت

(تفسیر انوار النجف)

3- مومن شہید ہوتا ہے :-

والذین امنوا باللہ و رسلہ اولئك ھم اصدیقون و لشھداء عند ربھم لھم اجرھم و نور ھم

(پارہ 27 سورہ الحدید آیت 20)

ترجمہ : اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے وہی لوگ اپنے پروردگار کے نزدیک صدیق اور شہید ہیں- ان کے لیے ان کا اجر و نور ہو گا-

تفسیر : تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادقؑ علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی کہ آپ میرے لیے شہادت کی دعا فرمائیں تو

آپؑ نے فرمایا کہ مومن شہید ہوا کرتا ہے۔اور آپؑ نے یہی آیت پڑھی۔

امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ جو شخص امر امامت وولایت کا عارف ہے اور امام زمانہ کا منتظر ہے۔وہ ایسا ہے کہ قائم آل محمدؑ کے ہمراہ جہاد میں مصروف ہو بلکہ حضورؐ کے ہمراہ مل کر جہاد کرنے والے جیسا ہے پھر فرمایا بلکہ وہ ایسا ہے جس طرح کہ حضورؐ کے ساتھ مل کر جہاد کر کے درجہ شہادت پر فائز ہو چکا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا نے ہمیں اور ہمارے شیعوں کو چن لیا جو ہماری خوشی پر خوش ہوتے ہیں۔اور ہماری غمی میں غمناک ہوتے ہیں۔اور اپنی جانوں اور مالوں کو ہمارے لئے قربانی پیش کرتے ہیں اور اگر ہمارے کسی شیعہ سے کسی وقت کوئی غلطی بھی سرزد ہو جائے تو اس کو اس وقت تک موت نہ آئے گی جب کہ اس غلطی کو سزا نہ بھگت لے۔پس وہ کسی مصیبت میں مبتلا ہو گا جو اس کے گناہ کا کفارہ ہو گی خواہ وہ مصیبت اس کے مال میں ہو یا اس کی اولاد میں ہو یا اس کے جسم میں ہو۔پس جب وہ اللہ کے دربار میں پیش ہو گا تو اس کے دامن پر کوئی گناہ موجود نہ ہو گا۔اور اگر کوئی گناہ بچ گیا تو موت کی تلخی اس کا کفارہ ہو جائے گی۔اور ہمارے شیعوں میں سے مرنے والا صدیق وشہید ہو کر مرتا ہے۔کیونکہ وہ امر کی تصدیق کرنے والا ہوتا ہے اور ہمارے ساتھ محبت اور ہمارے دشمنوں کے ساتھ بغض صرف اللہ کی

خوشنودی کے لیے کرتا ہے۔پس وہ اللہ ورسولؐ پر صحیح ایمان رکھنے والا ہوتا ہے۔اور ان کو خدا نے صدیق وشہید کہا ہے۔اور آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ زمین پر سکون رکھو مصائب پر صبر کرو۔اور اپنے ہاتھوں زبانوں اور تلواروں کو بند رکھو اور جلدبازی نہ کرو۔اور تم میں سے جو بھی خدا اور رسولؐ واہل بیتؑ کی معرفت رکھ کر مرتا ہے۔وہ شہید مرتا ہے۔خدا اس کو اس کا اجر دے گا۔

(انوار النجف جلد13)

4- جنت میں داخلہ

یوم نحشر المتقین الی الرحمن وفدا

(پ16 سورہ مریم آیت85)

ترجمہ:۔اس دن (کو یاد کرو کہ) جمع کریں گے متقیوں کو رحمٰن کی طرف وفد کی صورت میں۔

تفسیر:۔ تفسیر صافی وبرہان میں بروایت آئمہ منقول ہے حضرت رسالت مآبؐ نے فرمایا: اے علیؑ مجھے اس ذات کی قسم جس نے دانہ کو شگافتہ کیا اور روح کو پیدا کیا کہ متقی لوگ جب اپنی قبروں سے نکلیں گے تو فرشتے جنت کی سواریاں لے کر ان کا استقبال کریں گے جن پر یاقوت اور موتیوں سے جڑی ہوئی زینیں ہوں گی ان پر سندس اور استبرق کا غلاف ہوگا اور ارغوانی رنگ کی پیٹی اور زبرجدی لگام

ہوگی۔ سامنے دائیں اور بائیں ایک ایک ہزار فرشتے ہمرکاب ہوں گے وہ سواریاں پرواز کر کے جنت کے بڑے دروازہ پر ان کو لائیں گے وہاں ایک بہت بڑا درخت ہے جس کا ایک پتہ ایک لاکھ آدمی کو سایہ دے سکتا ہے اس درخت کی دائیں طرف ایک پاک وپاکیزہ چشمہ ہے جس سے وہ پئیں گے پس ان کے دلوں سے حسد وغیرہ ختم ہو جائے گا اور جسم کے بال صاف ہو جائیں گے اور یہی شراب طہور ہے۔ اس کے بعد درخت کے بائیں طرف کے چشمے سے غسل کریں گے جو آب حیات ہے پس ان پر موت نہ آئے گی۔ پس ہر قسم کی تکلیف و آلائش سے پاک وصاف ہو کر عرش پروردگار کے سامنے آئیں گے تو فرشتوں کو حکم ہو گا کہ میرے دوستوں کو باقی مخلوق سے الگ رکھو اور ان کو جنت کی طرف لے چلو۔ چنانچہ جنت کے دروازہ پر پہنچ کر فرشتے کنڈی ئیں گے جس کی آواز سن کر حوریں ایک دوسرے کو خوش خبری دیں گی پس دروازے کھلیں گے اور وہ نہایت سکون واطمینان سے اپنے اپنے محلات کی طرف روانہ ہوں گے اور حوران جنت استقبال کیلئے آگے بڑھ کر مرحبا کہیں گے۔

تفسیر صافی میں قمر سے منقول ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہوں گے تو آپؐ نے فرمایا یہ تیرے شیعہ ہوں گے تو ان کا پیشرو ہو گا۔

شفاعت

طالقانی نے محمد بن جریر طبری سے اور اس نے اپنے استاد کے ساتھ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے۔

آپؑ نے فرمایا کہ میں نے جابر بن عبداللہ انصاری سے سنا کہ جناب رسولؐ نے فرمایا ہے جب قیامت کا دن ہو گا تو میری بیٹی فاطمہؑ زہرا جنت کے ایک ناقہ پر سوار ہو کر میدان حشر میں آئے گی۔اس ناقے کے دونوں پہلوؤں پر ریشم و دیباج کے جھول لٹک رہے ہونگے۔اس کی مہار تازہ موتیوں کی۔پاؤں زمرد سبز کے دم مشک اذفر کی اور آنکھیں سرخ یاقوت کی ہوں۔اس کی پشت پر ایک نور کا ہودج ہو گا۔جس کا ظاہر اس کے باطن سے نمایاں ہو گا اور باقی ظاہر سے نظر آئے گا۔اس کا باطن عفو الٰہی سے مملو ہو گا اور ظاہر رحمت الٰہی سے گھرا ہوا ہو گا۔ان کے سر پر نور کا ایک تاج ہو گا۔جس کے ستر گوشے ہوں ہو گے۔ہر گوشہ موتیوں اور یاقوتوں سے مرصع ہو گا اور یہ جوہرات میدان محشر میں یوں چمکتے ہوں گے جیسے آسمان پر ستارے چمکتے ہیں پھر آپؑ کی داہنی جانب ستر ہزار فرشتے اور بائیں جانب ستر ہزار فرشتے ہوں گے۔جبرائیل امین ناقے کی مہار تھامے ہوئے باآواز بلند ندا کریں گے کہ :اے اہل محشر اپنی آنکھیں بند کر لو تاکہ فاطمہؑ بنت محمدؐ کی سواری میدان محشر سے گذر جائے اس وقت کوئی رسول۔کوئی نبی کوئی صدیق اور کوئی شہید ایسا نہ ہو گا جو اس اعلان کو سن کر اپنی آنکھیں نہ بند

کرلے۔پھر آپ میدان محشر سے گذر کر عرش الٰہی کے سامنے آئیں گی اور خود کو وہاں ناقے سے گرادیں گی اور فریاد کریں گی۔اے میرے اللہ۔اے میرے مالک تو میرے اور مجھ پر ظلم کرنے والوں کے درمیان فیصلہ فرمادے۔نیز میرے درمیان اور میرے بچے کے قاتلوں کے درمیان فیصلہ فرمادے۔اس وقت خداوند عالم کا خطاب ہوگا۔اے میری حبیبہ اے میرے حبیب کی دختر تم جو چاہو مانگ لو میں تمہیں عطا کروں گا۔جس کی چاہے شفاعت کرو میں قبول کروں گا میں اپنی عزت وجلال کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ آج کوئی ظالم مجھ سے بچ نہ سکے گا۔فاطمہ الزہراؑ عرض کریں گی اے میرے اللہ اے میرے مالک آج میں اپنی ذریت۔اپنے محبوں اپنے شیعوں اور اپنی ذریت کے شیعوں کی شفاعت کرتی ہوں۔لہذا اللہ عزوجل کی طرف سے آواز آئے گی۔کہاں ہے فاطمہؑ کی اولاد ان کے شیعہ ان کے محبّ ان کی اولاد کے شیعہ؟ پس وہ لوگ اس شان سے آئیں گے کہ چاروں طرف سے رحمت کی فرشتے حلقہ کیے ہوں گے فاطمہؑ ان کے آگے ہوں گی۔اور ان سب کو جنت میں داخل کر دیں گی۔

(امالی شیخ صدوق) (بحار الانوار جلد 3 صفحہ 237)

☆ یہ ہے اجر رسالت ادا کرنے والوں کا انجام جن سے حضرت فاطمہ الزہراؑ دنیا سے بھی راضی گئیں اور آخرت میں بھی رب العزت کی بارگاہ میں ان کی شفاعت کر کے انہیں جنت میں داخل کریں گی۔کیونکہ جن سے بتول راضی ہیں

ان سے اللہ بھی راضی ہے اور جو افراد محمدؐ و آل محمدؐ سے عداوت رکھتے ہیں اور ان حضرات کو اذیت دیتے ہیں اور اجر رسالت ادا نہیں کرتے وہ الٹے منہ دوزخ میں دھکیل دیے جائیں گے اور دائمی عذاب ان کا مقدر ہو گا لہذا اگر آپ جنت جانا چاہتے ہیں تو اجر رسالت ادا کریں۔ اجر رسالت یہ ہے کہ ان پاک حضرات سے مودت رکھیں اور خدا نے جو احکام ان کے ذریعہ سے ہم تک پہنچائے ہیں ان پر عمل کریں اور ہمیشہ حق کے راستہ پر گامزن رہیں چاہے اس سفر میں آپ کو کتنی ہی تکالیف برداشت کیوں نہ کرنی پڑیں فرقہ پرستی سے دور ہو کر اسلام کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھیں۔ تاکہ آپ رب العزت کی بارگاہ اور محمدؐ و آل محمدؐ کے سامنے سرخرو ہو سکیں۔ یہی اجر رسالت ہے۔

ہماری مطبوعات

دو راستے	راستہ عدن

قرآن ناطق قرآن ثامت

قرآن اور ولی	قرآن اور مباہلہ

امام الانبیاء کی اکلوتی بیٹی

ہم مرتبہ حصہ اول	ہم مرتبہ حصہ دوم

احکام آل محمد ﷺ

شہدائے حق	اجر رسالت

عزاداری حق ہے

سوال و جواب	نساء کا مقام

جامعۃ المنتظر بقیۃ اللہ شاہ کوٹ

مقام اسلام نگر چک نمبر 81/R-B تحصیل احمد پور ضلع شیخوپورہ